مثنوی

تصنیف

خواجہ سید محمد میر اثر (برادر خورد خواجہ میر درد)

مرتبہ

جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے (علیگ)

معتمد انجمن ترقی اُردو

سنہ ۱۹۲۶ ع

انجمن اُردو پریس ، اُردو باغ ، اورنگ آباد (دکن)

میں بار اول طبع ہوئی

(تعداد طبع ۱۰۰۰)

مقدمہ

سید محمد نام، تخلص (اثر) کرتے تھے۔ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے۔ میر حسن اپنے "تذکرۂ شعرا" میں لکھتے ہیں —
"درویشے است موقر و صاحب سخنے است مرتبہ عالم و فاضل رتبۂ تدریس بغایت بلند، گوہر صدرش نہایت ارجمند"۔
وہ خواجہ صاحب کے چھوٹے بھائی ہی نہیں تھے بلکہ اُن کے شاگرد اور مرید بھی تھے۔ اس مثنوی میں اُنھوں نے بھائی کا ذکر نہایت ادب اور عقیدت سے کیا ہے۔ درویشی اور شاعری دونوں میں اِنھیں کے قدم بقدم چلتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے —

خواجہ میر درد اُن بزرگوں میں سے ہیں جو اپنی سیرت اور کلام کی وجہ سے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ دلی پر صدمے پر صدمے اور آفتیں پر آفتیں نازل ہوئیں مگر اُن کے پائے استقلال کو کبھی لغزش نہ ہوئی۔ ایک وجہ تو بظاہر یہ تھی کہ بزرگوں کے وقت سے کچھ جاگیر چلی آتی تھی اور لوگ اُن کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے، لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ اُن کی طبیعت میں حقیقی درویشی کی چاشنی تھی، توکل کے ساتھ استغنا اور بے نیازی اُن کے خمیر میں تھی۔ انھوں نے کبھی امرا اور بادشاہوں کو منہ نہ لگایا۔ پاس وضع کا ہمیشہ خیال رکھا اور عمر بھر تک نبھایا۔ میر اثر نے بھی

اپنے بھائی اور [illegible] کی طرح جس سے انھوں نے کسب کمال کیا تھا،٭ ضرور [illegible] کے توسط [illegible] اختیار کی،+ اور اپنے بھائی کے سجادے کو معمور کر دی۔

صاحب خمخانۂ جاوید لکھتے ہیں کہ "خواجہ میر درد کے عالم ضعیفی میں اُن کے ایک مرید نے عرض کی کہ دنیا دارِ فانی ہے اور حضرت کا وقت آخر، حضور ہدایت فرمائیں کہ آپ کے بعد کس کو آپ کا جانشین اور صاحب سجادہ مانیں۔ آپ یہ سنکر آنسو بھر لائے اور جواباً یہ قطعہ پڑھا۔

موت کیا ہم سے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

نا مرادانہ نہیں مٹنے کے دل عالم سے
درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں"+

اس سے ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کو اپنے بھائی کا کس قدر خیال تھا اور وہ انہیں کیا سمجھتے تھے - اور میر اثر کے دل میں جو ادب و احترام اور ارادت و عقیدت مندی حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے تھی، اُس کی کچھ انتہا نہ تھی، چنانچہ اس کا ثبوت جا بجا اس مثنوی میں ملے گا اور اسی فیض صحبت کے اثر سے (اثر) کچھ کے کچھ ہو گئے —

درد ہی میرے جی میں چھایا ہے
درد کا میرے سر پہ سایا ہے

... .

تو نے ایسی ہی دستگیری کی
پدری، مادری و پیری کی

تو نے اس مہر و غور سے پالا
نہ پڑا مجھکو اور سے پالا

٭ گلشن ہند صفحہ ۳۰ —

+ خمخانۂ جاوید جلد اول صفحہ ۱۲۶ —

بات جو ہے مری سو تیری ساتھ
تو نے ایسی ہی کی ہے میرے ساتھ

تو نے بندے کو یوں نوازا ہے
ایسے ناکس کو سرفرازا ہے

میر اثر کا کلام بہت ہی پاک، صاف اور فصیح ہے اور درد و اثر کی چاشنی رکھتا ہے اور مثنوی* تو سلاست و فصاحت کی کان ہے۔ اُردو زبان میں مثنوی کا رواج بہت قدیم زمانے سے ہے اور دسویں صدی ہجری سے اب تک سینکڑوں مثنویاں لکھی گئی ہیں، جن میں عاشقانہ بھی ہیں، صوفیانہ بھی اور تاریخی بھی۔ بعض اُن میں سے بہت ضخیم اور بڑے پایے کی ہیں۔ لیکن اُس وقت اور اِس وقت کی زبان میں اس قدر تفاوت ہے کہ باہم کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جدید اُردو زبان کی جب سے بنیاد پڑی ہے، شاید ہی کوئی مثنوی زبان کی سلاست اور روانی، فصاحت اور شیرینی، روز مرہ کی صفائی، قافیوں کی نشست اور مصرعوں کی برجستگی، زنانے اور مردانے محاوروں کے بے تکلف استعمال میں مثنویِ "خواب و خیال" کا مقابلہ کر سکے۔ مگر بات کیا ہے کہ یہ

---

* اُن کے دیوان کی طرح اُن کی مثنوی بھی بہت کم یاب ہے۔ مجھے ایک مدت سے اس کی تلاش تھی، اتفاق سے اس کا ایک نسخہ میرے برادر معظم شیخ عبدالحق صاحب نے مجھے بھیجا جو انہوں نے کہیں سے نقل کیا تھا۔ میں اس کی اصلاح و ترتیب میں مصروف تھا کہ مولوی محمد ادریس صاحب ندوی نے اطلاع دی کہ انہیں ایک نسخہ [illegible] (بہار) کے کتب خانے میں دستیاب ہوا ہے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں انجمن کی طرف سے اسے شائع کرنے والا ہوں تو کمال عنایت سے وہ نسخہ میرے پاس بھیج دیا جس سے مجھے اپنے نسخے کی تصحیح میں بہت مدد ملی اور میں مولوی صاحب موصوف کا بہت شکر گزار ہوں۔

کوئی مسلسل قصہ یا داستان نہیں ہے ہجر و مفارقت، تمنائے ملاقات و مواصلت، راز و نیاز، چھیڑ چھاڑ، اور عشق و عاشقی کی کیفیات اور واردات کا بیان ہے اور بہت پر لطف ہے - لیکن ایک مسلسل داستان کے بیان میں جو مختلف اشخاص کی سیرت نگاری اور مختلف حالات و واقعات کے دکھانے میں شاعر کو مشکلات پڑتی ہیں اور جس سے اس کے کمال کا اندازہ ہوتا ہے، اُن سب چیزوں سے یہ مثنوی خالی ہے- یہی وجہ ہے کہ اگرچہ میر تقی میر کی مثنویاں صفائی زبان کے لحاظ سے اُسے نہیں پہنچتیں، لیکن جب اُن تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہیں جو ایک مسلسل مثنوی کے لئے لازم ہیں تو میر صاحب کی مثنوی (شعلۂ عشق) کو نہ صرف بہ لحاظ زمانہ بلکہ ہر لحاظ سے تقدم اور فضیلت ہے - البتہ اس مثنوی میں دلی کیفیتوں اور معاملات عشقیہ کا بیان بہت قابل تعریف ہے اور خاصکر اس کا بے سادہ اور بے تکلف طرز بیان بہت ہی لایق داد ہے او حق یہ ہے کہ کمال کو پہنچا دیا ہے - جہاں سے کتاب کھولئے، ایک سی حالت ہے، یہاں نمونہ ہونے کے لئے بعض مقامات سے بغیر کسی خاص کوشش کے چند شعر لکھے جاتے ہیں، جن سے (اثر) کے کلام کا انداز معلوم ہو گا —

شادمانی نظر نہیں آتی
زندگانی نظر نہیں آتی

کیا کہوں میں کسو سے اپنا حال
زیست کرنی غرض ہوئی ہے محال

کون کس کی سنے ہے کس سے کہوں
اور الٹے ہنسے وو جس سے کہوں

درد کوئی کسو کا کیا جانے
اُس کا دل جانے یا خدا جانے

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا
گر کہا بھی تو کون مانے ہے
جو سنے ہے سو جھوٹ جانے ہے
گر کسو نے سنا تو کیا حاصل
اور سے کب کھلے ہے عقدۂ دل
کوئی دم گر اکیلے پاؤں اُسے
درد دل ٹک ذرا سناؤں اُسے
دل کا شاید بخار نکلے جب
یہ جو کھٹکے ہے خار نکلے جب

غم کسو کے گھٹائے گھٹتا ہے یا کسو کے مٹائے مٹتا ہے
جس کے جی پر پڑے وہی جانے اور کے دل کی اور کب جانے

میں نے کردی ہے اب خبر تجھکو
مل نہ جاوے کہیں اثر تجھکو
تو خبردار گو کہ ہووے گا
دیکھیو آپھی جو کہ ہووے گا
سب دنوں کا قصور نکلے گا
کیسا تیرا غرور نکلے گا
اُس کے ہاتھ اب کے بار آ تو سہی
پھر سلامت تو بچ کے جا تو سہی
خیر وہ تو جو ہو گی سو ہوگی
اب تو مرنا ہے عشق کا روگی

اب نہ دن ہی کٹے نہ رات کٹے
کس طرح عرصۂ حیات کٹے

رات کاٹے کوئی کہ دن کاٹے
بات بنتی نہیں ہے بن کاٹے

عمر یوں کاٹے کس کو بھاتا ہے
تس پہ دن رات کاٹے کھاتا ہے

ہے سب ماہ دل پہ یوں پیارے
جیسے گھوڑے کو چاندنی مارے

جس کے آنے کا لگ رہا ہے دھیان
روز درپیش ہے یہی جنجال
گر ابھی رہ دو چار ہو جاوے
پھر سر تو بہار ہو جاوے

دانتوں کی تعریف میں:

یو تو کہنے کو جیسے موتی ہیں
باتیں موتی میں کب یہ ہوتی ہیں
گو ہزار آب دار موتی ہے
یہ صفا کری اُس میں ہوتی ہے

اپنی حیرت میں ایک تو ہوں میں
تس پہ حیران لوگ کرتے ہیں
میری تیری طرف یہ تکتے ہیں
کچھ کچھ آپس میں بیٹھے بکتے ہیں

کوئی ایدھر کو دھیان رکھتا ہے
کوئی باتوں پہ کان رکھتا ہے
کوئی آپس میں آنکھ مارے ہے
کوئی چپ در پئے اشارے ہے

کوئی پکڑے ہے منہ کی بات کہی
کوئی کہتا ہے دیکھ رہ تو سہی
کوئی پھینکے ہے بیٹھا آوازے
کہ وہ سمجھیں گے اس کے خمیازے

کوئی حیران بن کے بیٹھے ہے
کوئی انجان بن کے بیٹھے ہے
کوئی آنکھیں ادھر کو گاڑے ہے
کوئی نظریں چرائے تاڑے ہے

کوئی چتون کو اب پرکھتا ہے
کوئی تیوری پہ دھیان رکھتا ہے
ہر کوئی ہے اسی کے اب درپے
کہ بھلا دیکھوں بات یہ کیا ہے

اب کہاں تجھ کو دیکھ سکتا ہوں
بیٹھا اوروں کے منہ کو تکتا ہوں
تجھ کو دیکھوں کہ آہ اِن کی سنوں
سبھی دشمن ہیں کس کو دوست کہوں

پہلے سو بار اِدھر اُدھر دیکھا
تب تجھے ڈر کے یک نظر دیکھا
نہیں معلوم کیا کیا اِن کا
ہم غریبوں نے کیا لیا اِن کا

کس لئے اس قدر تو ڈرتا ہے
سب سے یوں سہم کر بگڑتا ہے
تک سمجھ تو کسی کا چور نہیں
تیرے اوپر کسو کا زور نہیں

مجھ سے نظریں جو تو چراتا ہے
چور اپنے تئیں بتاتا ہے

یا کہ دزدیدہ میں جو دیکھوں ہوں
کبھی پوشیدہ میں جو دیکھوں ہوں

چور ہیں ہم نہ چور کے ساتھی
بات اب کیا ہے پیشتر کیا تھی

اپنے اوپر کریں ہیں سب کو قیاس
ہم تو ان باتوں کے نہ آس نہ پاس

تو جو ملنے سے جی چھپاتا ہے
آنکھ کھل کر نہیں ملاتا ہے

خلق اس سے کچھ اور سمجھی ہے
ہاں برائی کے طور سمجھی ہے

راز یہ بات کا چھپاتا ہے
یا کہ اور آپ جور جتاتا ہے

اس پہ لڑکوں نے زور ٹھہرایا
ہمیں آپس میں چور ٹھہرایا

یہ جو تکرار آزماتا ہے
بارہا دیکھنے میں آتا ہے

جس قدر بات کو چھپاتے ہیں
لوگ اتنا ہی صاف پاتے ہیں

دیکھ میری طرف تو اب نڈھرک
ساتھ مل بیٹھ اس قدر نہ بھڑک

پھر جو بولے کوئی تو میں جانوں
بات کھولے کوئی تو میں جانوں

لوگ تیرے جو پاس آتے ہیں
سن کے میرے حواس جاتے ہیں

ہوش اُن کے ٹھکانے رہتے ہیں
تیری سنتے ہیں اپنی کہتے ہیں

میں جو تجھ سے دوچار ہوتا ہوں
پھر تو بے اختیار ہوتا ہوں

جس گھڑی تیرے پاس جاتا ہوں
بس نپٹ بے حواس جاتا ہوں

سارے منصوبے بھول جاتے ہیں
ہاتھ پانو اپنے بھول جاتے ہیں

منہ کو حسرت سے دیکھ رہتا ہوں
پھر نہ سنتا ہوں کچھ نہ کہتا ہوں

بات کہنی تھی اور نکلی اور
بے حواسی تک ایک کرنا غور

جب بجائے خود اپنے آتا ہوں
دل کو ذرّا ٹھکانے لاتا ہوں

جی میں کہتا ہوں کہا کے پچھتاوے
اب کے یہ یہ کہوں جو مل جاے

بارہا اس کو آزمایا ہے
یہی حال خراب پایا ہے

ہجر میں جی ہے میرے پاس کہاں
وصل میں گر جیا حواس کہاں

اِن واردات قلبی کے علاوہ اثر نے ایک سراپا بھی لکھا ہے جسکے تقریباً تین سو شعر ہوں گے- سراپا ہماری شاعری میں ایک پامال مضمون ہے اور اُس کی تشبیہیں اور استعارے اس قسم کے ہیں کہ بعض اوقات مضمون مضحکہ خیز ہوجاتا ہے، تاہم اُنھوں نے اِس میں خوب خوب شعر نکالے ہیں- سراپا کے لئے

زیادہ تر فارسی تشبیہیں استعمال کی جاتی ہیں مگر میر اثر نے کہیں کہیں ہندی تشبیہوں سے بھی کام لیا ہے۔ مثال کے لیے یہ شعر ملاحظہ ہوں:-

کبھی جاتی نہیں کمر کی لچک
پائی چیتے نے کب یہ ایسی لپک

یوں سیہ مست جھولے آتے ہیں
مست جوں ہاتھی ہولے آتے ہیں

مانگ موتی بھری وہ دے ہے بہار
جیسے بگلوں کی بدلی میں ہو قطار

سراپا میں کوئی عضو نہیں چھوڑا اور اس دھن میں وہ حد سے آگے نکل گئے ہیں —

اس سے بڑھ کر میر صاحب نے اختلاط کے مرقعے کی جو باتیں لکھی ہیں، اُس میں تو خوب کُھل کھیلے ہیں اور پردہ بالکل اُٹھا دیا ہے۔ مولانا حالی مرحوم کی نظر سے یہ مثنوی نہیں گزری تھی، اس کے متعلق بعض احباب سے سنا تھا اور ایک دو شعر خود اُنھیں یاد تھے، اس پر سے انھوں نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ شوق نے اپنی مثنویوں کی بنیاد میر اثر ہی کی مثنوی پر رکھی ہے اور مثالاً ایک شعر بھی لکھا ہے جو شوق کے ہاں صرف ایک لفظ کے ادل بدل سے بجنسہ موجود ہے۔ چنانچہ وہ اپنے "مقدمۂ شعر و شاعری" میں لکھتے ہیں:-

" یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ نواب مرزا شوق کو اپنے اسکول کے بر خلاف مثنوی میں ایسے صاف اور با محاورہ زبان برتنے کا خیال کیوں کر پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سوسائٹی کا رخ دوسری طرف پھرا ہوا ہوتا ہے تو اُس کے مخالف رخ بدلنے کے لئے کسی خارجی تحریک کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر دہلوی نے جو مثنوی لکھی ہے، جس کا نام "خواب و خیال"

رکھا تھا اور جس کی شہرت ایک خاص وجہ سے زیادہ تر یورپ میں
ہوئی تھی، اُس مثنوی میں جیسا کہ ہم نے اپنے بعض احباب سے
سنا ہے، تقریباً ۴۰-۴۵ شعر اسی قسم کے ہیں جیسے کہ شوق نے
"بہار عشق" میں اختلاط کے موقع پر اُن سے بہت زیادہ لکھے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ شوق کو ایسی صاف زبان برتنے کا خیال اُس مثنوی
کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ اور چونکہ وہ ایک شوخ طبع آدمی تھا
اور بیگمات کے محاورات پر بھی اُس کو زیادہ عبور تھا، اُس نے
اپنی مثنوی کی بنیاد "خواب وخیال" کے انھیں ۴۰-۴۵ شعروں پر
رکھی اور اُن معاملات کو جو خواجہ میر اثر کے ہاں ضمناً مختصر
طور پر بیاں ہوے تھے، اپنی مثنوی میں بہت وسعت کے ساتھ
بیان کیا اور جس قسم کے محاوروں کی انھوں نے بنیاد قائم کی تھی،
شوق نے اُس پر ایک عمارت چن دی۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ "خواب
وخیال" کے اکثر مصرعے اور شعر تھوڑے تفاوت سے "بہار
عشق" میں موجود ہیں"—

جب گلشن ہند چھپی، جس میں اثر کا بھی تذکرہ ہے، تو اس میں
چند اشعار اِس مثنوی کے بھی نظر آے۔ اتفاق سے صاحب تذکرہ نے
سراپا کے بعض معمولی شعر نقل کر دئیے ہیں جن سے اس مثنوی
کی خوبی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ان اشعار کو دیکھ کر مولانا
شبلی مرحوم نے تذکرے کے حاشیے پر یہ خیال ظاہر فرمایا ہے:-

"مولوی حالی صاحب نے اپنے دیوان کے مقدمے میں لکھنؤ کی
شاعری میں صرف نواب مرزا شوق کی مثنویوں کا اعتراف کیا ہے، لیکن
چونکہ اُن کے نزدیک شعراے لکھنؤ سے ایسی فصاحت اور سلاست کی
توقع نہیں ہو سکتی، اِس لئے اِس کی وجہ یہ قرار دی کہ نواب مرزا
نے خواجہ میر اثر کی مثنوی دیکھی تھی اور اُس کا طرز اُڑایا تھا،
یہ اشعار اُسی مثنوی کے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں
کہ یہ مثنوی نواب مرزا کا ماخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے"—

اب جو یہ مثنوی ہمارے سامنے موجود ہے تو ہم بلاشبہ یہ کہہ

سکتے ہیں کہ یہ مثنوی نواب مرزا کا ماخذ اور نمونہ تھی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی کا قیاس کس قدر صحیح تھا - اس خاص موقع کے چند شعر دونوں مثنویوں سے نقل کئے جاتے ہیں :—

خواب و خیال	بہار عشق
ہاتھا پائی میں ہانپتے جانا	ہاتھا پائی میں ہاپتے جانا
کھلتے جانے میں ڈھانپتے جانا	چھوٹے کپڑوں کو ڈھانپتے جانا
ہولے ہولے پکارنے لگنا	چپکے چپکے پکارتی تھی کبھی
ڈھیلے ہاتھوں سے مارنے لگنا	ڈھیلے ہاتھوں سے مارتی تھی کبھی
وہ ترا پیار سے لپٹ جانا	کھول کر دل چمٹ چمٹ کے ملا
اور دل کھول کے چمٹ جانا	کیسا کیسا لپٹ لپٹ کے ملا
وہ ترا منہ سے منہ بھڑا دینا	کبھی منہ سے دیا چبا کر پان
وہ ترا جیب کا لڑا دینا	کبھی مل کر لڑی زباں سے زبان

اگر دونوں مثنویوں کے اس قسم کے اشعار برابر برابر رکھ کر پڑھے جائیں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ مرزا شوق نے "خواب و خیال" ہی کو اپنا نمونہ بنایا اور اسی مثنوی پر سے اُنھیں اِس قسم کی زبان لکھنے کا خیال پیدا ہوا ' کیونکہ (سرق) کے زمانے میں لکھنؤ میں شاعری لفظوں کا گورکھ دھندا ہو کے رہ گئی تھی اور تصنع اور تکلف انتہا درجے کو پہنچ گیا تھا —

لفظی رعایت بھی کہیں کہیں نظر آتی ہے' مگر بہت کم اور وہ بھی زیادہ تر سراپا ہی میں پائی جاتی ہے -

میر اثر بزرگ اور بزرگ زادے تھے' درویشی اُن کا شعار تھا' اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے بعض مقامات پر ایسی کُھلی کُھلی باتیں کیونکر لکھدیں - مثنوی کے شروع میں اُنھوں نے خود اس کا ذکر کیا ہے - عشق کا ذکر کرتے کرتے فرماتے ہیں :—

الغرض آگیا تھا ذکر مجاز	تس پہ کھولا ہے اس کا راز و نیاز
عشق صوری کی اِس میں ہیں حالات	اور اِس راہ کی ہیں کیفیات

حال ھے مبتلائے رسوا کا
وصف ھے یار کے سرا پا کا
ھر کسی کی نہیں سببہ و مثال
ھے یہ تصویر ازقبیل خیال

اگرچہ یہ تصویر خیالی ھے مگر کس قدر سچی ھے۔
اس کے بعد کہتے ھیں :—

ظاھر گفتگو بہانہ ھے
توسن دل کو تازیانہ ھے
بہر یاران شوخ طبع جواں
نکتہ رس شعر فہم ریختہ خواں

ایک بھی طرح یہ نکالی ھے
بات کی طرز کچھ نرالی ھے
تاکہ افسردگی سے گرماویں
گھڑی چھوڑ راہ پر آویں

کچھ نصیحت نہ واعظانہ ھے
بلکہ یہ پند عارفانہ ھے

اور اس طور پر نصیحت کرنے کی وجہ بتائی ھے کہ :—

عشق کی حالتوں کو زندہ کریں
سارے خطروں سے پاک سینہ کریں
دل جلوں کا ھے دل کی لاگ علاج
آگ کے جوں جلے کا آگ علاج

مگر ان معاملات میں یہ علاج اکثر کارگر نہیں ھوتا بلکہ مخالف پڑتا ھے۔ آگے چل کر بطور معذرت کچھ کہتے ھیں اور اپنی صفائی کرتے ھیں :—

پڑگیا اِس میں یوں سخن کا رنگ
ھیں مضامین بہت شوخ و شنگ

بے طرح گرچہ لغویات ہے یہ
پر خدا جانتا ہے بات ہے یہ

کام مجکو کسی کے ساتھہ نہیں
یہ سرشتہ ہی میرے ہاتھہ نہیں

چھپی رہتی نہیں کسی کی معاش
نظر آتی ہے سب کی بود و باش

میں کہاں اور یہ خیال کہاں
ہجر کس کا (اثر) وصال کہاں

... .

بات میں بات کچھہ نکل آئی
ہوگئی یوں ہی طبع آرائی

وضع اس کی ہوئی خلاف طبع
ہے مجھے اس سے انحراف طبع

نہ کہوں عہد (؟) ہے گر اُس کو تمام
لغو بیہودہ ہیچ پوچ کلام

کچھہ سر دست ہنستے ہنستے کہا
بعض یاروں کو سن کے یاد رہا

نہ کیا اس کو داخل دیواں
نہیں یہ نظم شامل دیواں

آزمانا تھا کچھہ روانیٔ طبع
کچھہ دکھانا تھا نوجوانیٔ طبع

ایک دو دن میں کہہ کے پھینک دیا
نہیں معلوم کن نیں اُس کو لیا

اب جو دیکھو کسی کے پاس کہیں
ہیں یہ اُس کے ہی شعر، میرے نہیں

باوجود ان سب باتوں کے فرماتے ہیں کہ جو لوگ سخن فہم اور
ذوق شعر رکھتے ہیں اور جن کے دل میں سوز و گداز ہے اور

راز و نیاز کی گھاتوں سے واقف ہیں
لطف سب بات کا وہ پاویں گے
جی میں خطرہ ذرا نہ لاویں گے
ورنہ بے درد اس کو کیا جانے
اور دل سرد اس کو کیا جانے
سب یہ بے درد نکتہ چیں ہیں گے
قابل گفتگو نہیں ہیں گے

اگرچہ اس مثنوی میں ایک آدہ مقام ایسا آگیا ہے جہاں حیا اور شرم کو بالائے طاق رکھہ دیا ہے، مگر میر اثر کی زندگی ایسی پاک صاف اور درویشانہ تھی کہ اُن پر کسی کا وہ گماں نہیں ہوسکتا جو شوق کی مثنویاں پڑہ کر ہوتا ہے - یہاں صرف گنتی کے چند شعر ہیں اور وہاں دفتر کا دفتر اسی سے سیاہ کیا ہے - لیکن اس میں کچھہ شک نہیں کہ مثنوی میں اس سلاست و فصاحت کے بانی میر اثر ہی ہیں اور خود فرماتے ہیں:-

نظم کی طرح یہ نرالی ہے
طرز اس کی نئی نکالی ہے

اِس مثنوی کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ ایک بار خواجہ میر درد نے مثنوی کے طور پر از راہ تفنن کوئی سو شعر کہہ ڈالے، وہ میں نے مانگ لئے اور وہی اشعار اِس مثنوی کی بنا قرار پائے - اگرچہ ہے تو یہ مثنوی کہیں کہیں خود اپنی اور خواجہ میر درد کی اردو فارسی غزلیں جو مثنوی کی بحر میں ہیں، موقع موقع سے آگئی ہیں - علاوہ اس کے مثنوی میں بھی خواجہ میر درد کے اشعار ہیں یعنے سو فارسی اور سو ہندوی (اردو) اور سو مثنوی کے، کل تین سو -

بعض بعض جگہ ایسے لفظ آتے ہیں جو اب بول چال میں نہیں ہیں - مثلاً مشغولا، بھر مانا (بھرم سے)، بست (بمعنی چیز)

ھلنا (بہ فتح ہ)، دوکھنا (دوس)، الزام، رنڈی (بمعنی عورت)، کب لگ (کب تک)، ڈہنا (جھکانا)، مراح (مزاح، مذاق)۔ مگر آگو، پیچھو، کدھ حد، دروار ایسے لفظ ہیں، جو اب بھی عوام کی زبان پر ہیں—

رسم خط ہم نے وہی رکھا ہے جو اُس وقت رائج تھا اور پرانے نسخے میں لکھا تھا۔ مثلاً 'نے' کو 'نیں'، 'مناوے' کو 'میتارے'—

اگر چند الفاظ کا خیال نہ کیا جائے جو اب متروک ہیں تو مثنوی کی زبان ایسی پاک صاف اور سستہ، بول چال ایسی بےساختہ ہے کہ اُس وقت کی اور آج کل کی بول چال میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ صفائی اور بھی زیادہ اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس میں وہ فارسی ترکیبیں نہیں پائی جاتیں جو میر اثر کے ہمعصر شعرا کے کلام میں نظر آتی ہیں—

افسوس ہے کہ میر اثر کا دیوان اب تک ہمیں دستیاب نہیں ہوا لیکن اس مثنوی میں جا بجا اُن کی غزلیں آگئی ہیں اور اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل میں بھی اُن کا وہی رنگ ہے، اور سادگی اور کلام کی صفائی کے ساتھ درد و اثر بھی ویسا ہی پایا جاتا ہے—

عبدالحق

خواب و خیال

بعد حمد خدا و نعت رسول — کچھ لکھے ہے یہ اب ظلوم وجہول

بے محابا کلام ہے یعنی — بیشتر ہیچ و پوچ بے معنی

لغزش گفتگوے مستانہ — ہمگی ہا و ہوے دیوانہ

کچھ نہ قصہ نہ کچھ حکایت ہے — کچھ نہ شکوہ نہ کچھ شکایت ہے

بات ہے بے سرشتہ و بے اصل — ہجر کیدھر کا اور کہاں کا وصل

جلوہ پردازی جہان مثال — نام اس کا یہی ہے "خواب وخیال"

ہیں گی سودائیوں کی حالاتیں — شورش عشق کی خرافاتیں

جوش دریاے بیکران عمیق — ایک عالم کیا ہے جنمیں غریق

موج بحر محیط خبط و جنوں — جسمیں ڈوبے ہیں لیلی و مجنوں

کوہکن بھی اسی میں ڈوب گیا — شیریں خسرو کو اوسیں غرق کیا

بہ گئے جسمیں وامق و عذرا — نہ بچا اوسمیں جو کہ ہو گذرا

مفت لاکھوں غریب ڈوب گئے — ساتھ اون کے نصیب ڈوب گئے

اسکی قسمت ہی ڈوبی جو کہ گرا — خیر ڈوبا گیا وو پھر نہ ترا

سخت آفت یہ بحر قلزم ہے — جو پڑا اسمیں خیر* پھر گم ہے

نہ لگا ہاتھ پر کنار اس کا — نظر آیا نہ وار پار اس کا

ہے گی یہاں آشنائی لا حاصل — نہیں پیدا کسو طرف ساحل

---

* دونوں اصل نسخوں میں "خیر" کا لفظ ہے۔ لیکن صحیح یہاں "عمر" معلوم ہوتا ہے—

ہر طرف موج خیز طغیانی — کشتیاں ہیں دلوں کی طوفانی
تس پہ کرتی ہے دلکی ویرانی — کشتی ادنی کو آب گردانی
ہر جگہ پر ہزار خطرا ہے — شور دریا اسی کا قطرا ہے
ہر طرف جوش کا تلاطم ہے — بحر ہے یا کہ مے بھری خم ہے
سیل بنیاد افگن عالم — کہ زمیں آسماں کرے برہم
دل کو موج اسکی یوں کرے بیتاب — جسطرح ہووے ماہی بے آب
نہ فقط دل ہی غوطے کھاتا ہے — بلکہ یہاں جی بھی ڈوبا جاتا ہے
ہر جگہ در بھنور ہے چکر ہے — ہر نشیب و فراز ٹکر ہے
قہر طوفان ہے کہ جس کی جھلک — جاوے ہر دم زمیں سیں تا بفلک
ہیں تفکر دلوں کے وہاں گرداب — ہے سراسر دل گداختہ آب
مچھلیاں سے تڑپتے ہیں بسمل — سیپیاں سے پڑے ہیں ہرجا دل
کہیں معلوم ہے نہ گھات اوس کا — نظر آیا کبھی نہ پات اوس کا
دیدۂ عاشقاں، دل اوس کا ہے — لب خشک انکے، ساحل اوس کا ہے
نا امیدی سے یہاں ہر ایک طرف — دل خالی پڑے ہیں مثل صدف
بہتی پھرتی ہیں ساری مثل حباب — ہر طرف عاشقوں کی چشم پرآب
امڈی آتی ہے دل پہ اسکی لہر — سانپ کاٹے کا جیسے دوڑے زہر
دل پہ یوں اسکی موج آتی ہے — جیسے غارت کو فوج آتی ہے
آبرو جان و مال نام و ننگ — ایک لقمہ کریں ہیں اسکے نہنگ
کہیں دیکھا تو اسکی تھاہ نہیں — کوئی مرکے بھی پہنچے راہ نہیں
آشنا اسمیں ڈوبے جاتے ہیں — یہاں شناور بھی غوطے کھاتے ہیں
گرچہ صورت میں ہے سراپا آب — فی الحقیقت نہیں سوائے سراب
ایک عالم کا گھر ڈبویا ہے — سارے کاموں سے اسیں کھویا ہے
گھونٹ پانی کا یہ کبھو نہ پلائے — قطرۂ آب نزع میں نہ جائے*
تشنہ لب عاشقوں کو مارے ہے — جوں نہنگ اون نہ منہ پسارے ہے
دانۂ اشک اُس کا موتی ہے — آبرو یہاں اسی سے ہوتی ہے

---

* دونوں اصل نسخوں میں "جائے" ہے۔ مگر قیاس چاہتا ہے کہ "چوائے" ہوگا۔

لعل و مرجاں عقیق ، لخت جگر
گہر آبدار ، دیدۂ تر

کام اس سے یہی ہے ناکامی
اسمیں نام آوری ہے بد نامی

مدعا اس سے نامرادی ہے
حسرت وغم ہی یہاں کی شادی ہے

کام دل چاہنا ہے ناشادی
ہے دم نقد یہاں پریشانی

سطر آوے نہ روے آبادی
کہ کوئی ہووے جا کے فریادی

ایک عالم کیا ہے خاک سیاہ
جسکو دیکھا سو ہے بحال تباہ

عشق صوری بڑی ملامت ہے
حاصل اس سے یہی ندامت ہے

کہتے ہیں اسکو ہی ضلال مبین
نفع دنیا ہے کچھ نہ حاصل دین

صرف خسران دین و دنیا ہے
منفعت اس میں اور تو کیا ہے

جان جوکھوں ہے دمبدم ہر طرح
دیکھنا غم الم ستم ہر طرح

گر ملاقات ہو تو کیا حاصل
ہجر اور وصل دونوں ، لا حاصل

قیس دیوانہ ہو ہلاک ہوا
لطف لیلی سے اُس کو خاک ہوا

کوہکن مفت سر کو پھوڑ گیا
شیریں کو غیر پاس چھوڑ گیا

ہوا پروانہ آپ جلکے خاک
شمع کے ساتھ کرکے گرم تپاک

گل سے بلبل بین کچھ نہ پھل پایا
ار نالی سے کچھ نہ ہاتھ آیا

ہو نہ یا رب کسو کا دل بیتاب
نہیں دنیا میں اور ایسا عذاب

دل گرفتار ہو نہ صورت کا
کوئی پابند ہو نہ الفت کا

کہیں وابستہ اب مزاج نہ ہو
اپنی * صورت سے احتیاج نہ ہو

آہ یا رب کسو سے دل نہ ملے
تجھ سوا اب کسو سے دل نہ ملے

بس مناجات سے یہی ہے عرض
کسی دشمن کو بھی نہ ہوئیہ مرض

دل کسو کا کسو سے بند نہ ہو
سانپ کاٹے پہ یہ گزند نہ ہو

اس ملامت سے ہے بچاؤ ضرور
نہیں لازم کہ ہووے فسق و فجور

الفت پاک وصاف بھی ہے ستم
دل پریشاں کرے کو نہیں کم

اور بد بات تو خدا نہ کرے
ہیچ کافر کو مبتلا نہ کرے

قائل دوستی ہے کب کوئی
اپنی ہی گوں تکے ہے سب کوئی

---

* "اپنی" یہاں بے محل سا معلوم ہوتا ہے ۔ کیا عجب کہ "اچھی" ہو —

نام معشوق مفت ہے بد نام
یہاں تو عاشق بھی ہیں سبھی خود کام

لہر میں اپنی آپ جاتے ہیں
واسطہ یار کا بتاتے ہیں

نا وے ہیں یوں نہیں یہ سودائی
دیکھیں اپنی نہ اس کی رسوائی

عاشق اپنے تئیں گنواویں یے
کام معشوق کے نہ آویں یے

ناحق اپنے تئیں ہلاک کریں
بس اس کا ولے نہ خاک کریں

اوسکے ہوتے نہیں موافق طبع
کوئی ہووا کہیں موافق طبع

یار ان کا خیال ان کا ہے
اپنا اپنا کمال ان کا ہے

آہ سارا یہ ہے جہان غلط
دوستی کا ہے یاں گمان غلط

واقعی کون کس کو چاہے ہے
ہر کوئی وہم میں بندا ہے ہے

کون معشوق کون عاشق ہے
کون کاذب ہے کون صادق ہے

یونہیں دو روز کا ہے وہم اپنا
ہے سراسر قصور فہم اپنا

بوالہوس ہیں ہوا پرست نفس
عشق وہ ہے جو ہو شکست نفس

نفس کافر نہ کوئی مار سکے
یہ تو مارے مرے نہ کاٹے کٹے

اپنے مارے پہ اور جیتا ہے
جو کہ ہارے وہی تو جیتا ہے

آپہی اپنا حریف ہے نہیں غیر
ہے خودی سے یہاں خدائی سے بیر

جوکہ ازخود کریں ہیں نفس کشی
نفس شیطان کی کریں ہیں خوشی

یہ تو مردود زہد و طاعت سے
اور سر کھینچے ہے رعونت سے

اپنے ہاتھوں کوئی یہ مرتا ہے
کام فضل خدا ہی کرتا ہے

مدد پیر سے ہلاک کرے
مثل اکسیر مار خاک کرے

جسقدر اپنے پیر پر ہو فدا
اوسقدر ہووے ہے فنا و بقا

اور اوسکے سوائے سب الفت
ہے سراسر کدورت و کلفت

صرف پابندی و گرفتاری
رنج و تشویش و ذلت و خواری

ساری دنیا کو خوب دیکھا آہ
ہے محبت، محبت اللہ

جس سے قایم ہے آسمان و زمیں
جس سے آوے دلوں میں صدق و یقیں

واقعی عشق پیر کا ہے عشق
مرشد دستگیر کا ہے عشق

ہے حقیقت کا قنطرہ یہ مجاز
نہ کہ فسق و فجور شر پرداز

ہے یہی عشق رہنمائے وصول
ہے یہی عشق باب رشد و قبول

هے یہی عشق کاشف اسرار — هے یہی عشق مطلع انوار
هے یہی عشق موجب برکات — هے یہی عشق باعث ثمرات
هے یہی عشق آدمی کا شرف — هے یہی عشق راہ حق کی طرف
هے یہی عشق قوت ایمان — هے یہی عشق شدت عرفان
هے یہی عشق کان فضل و کمال — هے یہی عشق خان قرب و وصال
هے یہی عشق دل کا عیش و نشاط — هے یہی عشق زندگی کی بساط
هے یہی عشق قوت روح و رواں — هے یہی عشق قوت دل و جاں
هے یہی عشق جی کی آزادی — هے یہی عشق دل کی آبادی
هے یہی عشق لذت و آرام — هے یہی عشق خوشدلئی مدام
هے یہی عشق رستگاری دل — هے یہی عشق دوستداری دل
هے یہی عشق کیمیا اکسیر — هے اسی عشق میں اثر تاثیر
هے یہی عشق جامع اضداد — یہی بندہ کرے یہی آزاد
عشق یے هے تو جا نگداری هے — اور سب عشق عشقبازی هے
دل انسان کی شفا هے یہ — سارے امراض کی دوا هے یہ
یہی سیماب دل کو خاک کرے — یہی سب جسم و جاں کو پاک کرے
یہی سارے تعلقات چھٹائے — یہی یہاں کے توهمات مٹائے
چین دل کو اسی سے هوتا هے — غم دنیا یہی تو کھوتا هے
یہی دیوے یقین و اطمینان — یہی کھولے حقیقت ایمان
هے اسی عشق کا یہ جوش و خروش — رهنے دیتا نہیں مجھے خاموش
بات کچھ هو ادهر کو کھینچے هے — دل کو بے اختیار اینچے هے
اب یہی عشق جوش مارے هے — نام محبوب کا پکارے هے
هوں فدا اوس جناب والا کا — اپنے محبوب حق تعالیٰ کا
نقش دل ورد جان هے یا ناصر — دمبدم بر زبان هے یا ناصر
ذات والا هے حضرت ناصر — هے نگهبان باطن و ظاهر
وہ کہ غفلت دلوں میں آنے ندے — ما سویٰ کی طرف کو جانے ندے
نیک هوں یا کہ بد میں اوسکا هوں — از ازل تا ابد میں اوسکا هوں
نام اوس نین هی جب دیا هے اثر — درد نین اوسکے تب کیا هے اثر

درد کی ذات پاک کا ہوں غلام — دل و جاسے جسوں ہوں اوسکا نام
اپنے محبوب پیر کے صدقے — حضرت خواجہ میر کے صدقے
میں نیں سودا کیا ہے اوسکے ساتھہ — دست بیعت دیا ہے اوسکے ہاتھہ
ہاتھہ پکڑے کی ہے اوسی کو لاج — وہی دونوں جہاں میں ہے سرتاج
قائل عشق ذات اوسکی ہے — برتر از گفت بات اوسکی ہے
جو کہ اوسکے جناب کے ہیں غلام — گو کریں وے ہزار گونہ کلام
دل بہ غفلت کبھو نہ مائل ہو — بات حق سے کوئی نہ حائل ہو
عشق مطلق کُھلا ہے اوسکے سبب — صوری و معنوی ورے ہیں سب
کھول دے ہے حقیقت ہر امر — منکسف کی ہے صورت ہر امر
نہیں لازم کہ اوس میں در آوے — کنہ اوسکی تب ہی نظر آوے
الغرض آگیا تھا ذکر مجاز — تس پہ کھولا ہے اوسکا راز و نیاز
عشق صوری کے اسمیں ہیں حالات — اور اس راہ کی ہیں کیفیات
حال ہے مبتلائے رسوا کا — وصف ہے یار کے سراپا کا
پر کسو کی نہیں شبیہ و مثال — ہے یہ تصویر از تخیل خیال
پہلے عاشق کا ہے خراب احوال — پھر بہ تقریب وصف حسن و جمال
بات ہے ایک جسکا سر ہے نہ پانو — شخص کوئی نہیں ہے جو لیوں ناؤ
ظاہر گفتگو بہانہ ہے — سن دل کو تازیانہ ہے
پھر یاراں شوخ طبع جواں — نکتہ رس شعر فہم ریختہ خواں
ایک سی * طرح یہ نکالی ہے — بات کی طرز کچھہ نرالی ہے
تا کہ افسردگی سے گرماویں — گمرہی چھوڑ راہ پر آویں
کچھہ نصیحت نہ واعظانہ ہے — بلکہ یہ پند عارفانہ ہے
آگئی ہے ترنگ مستانہ — ہم حریفانہ و ظریفانہ
تا نہ سمجھیں ر راہ بیدردی — صرف بے الفتی و دل سردی
دل لگا کر سنیں حقیقت کو — سمجھیں لاحاصل اس مصیبت کو
عشق کی حالتوں کو ریتہ کریں — سارے خطروں سے پاک سینہ کریں
دل جلوں کا ہے دل کی لاگ علاج — آگ کے جون جلے کا آگ علاج

---

* بہی

عشق کی تیغ سہلے تیر کریں — سب سے پھر قطع کر گریز کریں

پڑ گیا اسمیں یوں سخن کا رنگ — ہیں مضامین بہت شوخ وشنگ

بے طرح گرچہ لغویات ہے بے — پر خدا جانتا ہے بات ہے بے

کام مجھکو کسی کے ساتھ نہیں — یہ سررشتہ ہی میرے ہاتھ نہیں

چھپی رہتی نہیں کسی کی معاش — نظر آتی ہے سب کی بود و باش

میں کہاں اور یہ خیال کہاں — ہجر کسکا اثر وصال کہاں

مجھ تلک تو خودی * کو بار نہیں — اور تو کیا میں اپنا یار نہیں

صرف اللہ ہی یار اپنا ہے — بس وہی دوستدار اپنا ہے

نہیں مجکو کسو سے کچھ سروکار — کبھو دیکھا نہیں نہ کار و بار

دیکھوں کسکو میں از براے خدا — نظر آتا نہیں سواے خدا

کون ہے جس پہ میں نگاہ کروں — کوئی ہووے تو اس سے راہ کروں

کسکو دیکھوں کروں میں کس پہ نگاہ — سب طرف جلوہ گر ہے وجہ اللہ

وحدہ لاشریک لہ ہے وہی — کیجئے جس طرف نگہ ہے وہی

چشم بینا ملے ہے جس کے تئیں — دیکھے اوسکے سوا وو کسکے تئیں

ہیچ و نا چیز تھا میں ننگ عدم — مجھ پہ حق کا جو ہے یہ فضل و کرم

سب یہ ہے میرے پیر کا صدقا — حضرت خواجہ میر کا صدقا

یہ اوسی کی نگاہ کا ہے اثر — دونوں عالم پے جو پڑے ہے نظر

جو کہ اوسکے بدل فدا ہیں گے — ساری خلقت سے وے جدا ہیں گے

نہ کسو سے غرض نہ مطلب ہے — اور تو کام کچھ اونہیں کب ہے

دل کو آباد کردیا اوس نین — سب سے آزاد کردیا اوس نین

دل مرا اونین پاک و صاف کیا — با وجود خطا معاف کیا

ورنہ میں تو بہت ہی عاصی ہوں — سر بسر غرق در معاصی ہوں

اپنے ذاتوں ہوں میں تو ناکارا — ہرزہ گو ہیچ و پوچ آوارا

کبھو عرش بریں کی میں کہوں — کبھو باتیں زمین کی میں کہوں

دیکھ تو باوجود این ہمہ حال — کیا بشوخی کیا ہے قال مقال

گرچہ اس کا دل و دماغ نہ تھا — طبع آزاد کو فراغ نہ تھا

---

* خود ہی

بات میں بات کچھہ نکل آئی — ہوگئی یوں ہی طبع آرائی
وضع اسکی ہوئی خلاف طبع — ہے منحصر اس سے انحراف طبع
لکھوں عہد* ہے گر اوس کو تمام — لغو و بیہودہ ہجو پوچ کلام
کچھہ سردست ہنستے ہنستے کہا — بعض یاروں کو سنکے یاد رہا
نہ کیا اس کو داخل دیوان — نہیں یہ نظم شامل دیوان
آزمانا تھا کچھہ روانیء طبع — کچھہ دکھانا تھا نوجوانیء طبع
ایکدو دن میں کہہ کے پھینک دیا — نہیں معلوم کنہیں اس کو لیا
اب جو دیکھو کسو کے پاس کہیں — ہیں یہ اُس کے ہی شعر، میرے نہیں
ایک تو ریختہ ہے سہل زباں — دوسرے حدکہ ہو دسوخی بیان
پھر تو قابل نہیں سنانے کے — نہیں لایق کہیں دیکھانے کے
بسکہ سمجھیں ہیں اسکو سارے عوام — جنکو نے نظم سے نہ نثر سے کام
شعر کو ایک بات جانے ہیں — پر غلط لغو بات جانے ہیں
ہاں مگر جو کوئی کہ شاعر ہو — فن شعری میں آپ ماہر ہو
ہو مضامین شعر سے آگاہ — اور رکھتا ہو کچھہ سخن سے راہ
وہ تو جانے کہ یہ بھی ہے ایک نہج — یوں تو کہنا نہیں ہے ایسا سہج
یوں صبا سے کہا نہیں جاتا — اس طرح کہنے میں نہیں آتا
نہیں آساں کہے باین انداز — اور ہر جا ہو بات کی پرداز
موج بحر سخن سرائی ہے — کچھہ کہے ہے جو لہر آئی ہے
یا جو کوئی کہ یار صادق ہوں — بے تکلف بدل موافق ہوں
عاشقانہ پڑا ہو صرف مزاج — ہو کسو سے انہیں نہ کام نہ کاج
دلمیں رکھتے ہوں تک بھی سوز و گداز — کچھہ سمجھتے ہوں حرف راز و نیاز
عالم دوستی سے ہو کے خبر — رکھتے ہوں گے دلوں میں درد و اثر
لطف سب بات کا وو پاویں گے — جی میں خطرا برا نہ لاویں گے
ورنہ بیدرد اسکو کیا جانے — اور دل سرد اس کو کیا جانے
سب یہ بیدرد نکتہ چیں ہیں گے — قابل گفتگو نہیں ہیں گے

---

* دونوں نسخوں میں عہد کا لفظ ہے - ہمارا قیاس ہے کہ اصل میں حیف یا ایساہی کوئی لفظ ہوگا —

قصہ کوتاہ ان سے کام نہیں ۔۔۔ ایسے اشخاص سے کلام نہیں
خیر جو کوئی سمجھے سو سمجھے ۔۔۔ ذھن میں اپنے چاھے سو سمجھے
گفتگو یہ کسو کے ساتھہ نہیں ۔۔۔ جون قلم بات اپنے ھاتھہ نہیں
حرف جو جو زبان پہ آوے ھے ۔۔۔ بے حذر منہ سے نکلے جاوے ھے
ھے نہ کچھہ شعروشاعری منظور ۔۔۔ کچھہ نہ تقریب ظاھری منظور
نظم کی طرح یہ نرالی ھے ۔۔۔ طرز اسکی نئی نکالی ھے
مثنوی گرچہ ھے ولے ھرجا ۔۔۔ اور بھی شعر آگئے ھیں جدا
اپنی غزلیں جو یاد آئی ھیں ۔۔۔ اونکے موقع میں بزہ سنائی ھیں
بعض اشعار فارسی بھی کہیں ۔۔۔ کچھہ بتقریب آگئے ھیں یونہیں
اور جو ھے کلام حضرت کا ۔۔۔ وھاں جتایا ھے نام حضرت کا
باب میں تاکہ درد پیدا ھو ۔۔۔ کچھہ سنے سے اثر ھویدا ھو
نہیں اسمیں سوائے درد و اثر ۔۔۔ کہیں کوئی کچھہ اور چیز دگر
شعر حضرت کے کچھہ جو پائے ھیں ۔۔۔ اس سراپا میں بھی ملائے ھیں
واسطے سب کی یہاں ضیافت کے ۔۔۔ تین سو شعر ھیں گے حضرت کے
فارسی سو ھیں ھندوی سو ھیں ۔۔۔ باقی اشعار مثنوی سو ھیں
تین سو سے ھوئے یہ تین ھزار ۔۔۔ سب اسی تخم کا ھے برگ وبار
ایک دن جو مزاج میں آیا ۔۔۔ بہ تفنن کچھہ ایک فرمایا
کہے سو شعر مثنوی کے طور ۔۔۔ دفعتاً دم میں بے تامل و غور
پھر اوسی وقت کہہ کے دور کئے ۔۔۔ یاد رکھہ کر وہ ھیں میں مانگ لئے
یہی اشعار ھیں بنائے کلام ۔۔۔ مصرع اوسی پہ ھے یہ تمام
آپ کہہ کر جو دور فرمایا ۔۔۔ وھی اس نظم کا ھے سرمایا
یوں ھزاروں ھی شعر فرمائے ۔۔۔ ذکر مذکور میں وو کب آئے
یہ تو اوسوقت مجکو یاد رھے ۔۔۔ کہ اجازت سے اوس پہ اور کہے
بسکہ یہ سو غلام کو ھی دئے ۔۔۔ نام حضرت جتا جدا نہ کئے
بے جتائے یہ سو ملائے ھیں ۔۔۔ وہ جو دو سو ھیں وہ جتائے ھیں
بس جو کچھہ قابل انتخاب کے ھیں ۔۔۔ وہ عنایات اوس جناب کے ھیں
کوئی پوشیدہ رہ سکے ا وو کلام ۔۔۔ بر رسول و بر آل اوست سلام

اور جو دیکھئے حقیقت میں
خواہ معنی میں خواہ صورت ہیں

ہم ہیں خود آپ اوس کا نام و نشان
ہے ہمارا بیان اوسی کا بیان

ہم، ہیں بندہ وو ہے ظہور خدائے
ہم، ہمارے عمل ہیں اوس کے بنائے

جو کہا سب اوسے سنایا ہے
دست اصلاح نیں بنایا ہے

میں بھی اوسکا کلام بھی اوسکا
بعض کیسا تمام ہی اوسکا

ظاہر و باطن اوس کا سوختہ ہوں
ورنہ بالذات ہوش باختہ ہوں

جستجو ہے تو اوس کی ذات کی ہے
گفتگو ہے تو اوس کی بات کی ہے

کام ہے تو اوسی کی ذات سے ہے
بات ہے تو اوسی کی بات سے ہے

جو کہے اوس کی ذات پاک کہے
اور کوی کہے تو خاک کہے

واقعی حق کلام اوس کا ہے
کہنا حق بات، کام اوس کا ہے

ہے وظیفہ اثر کلام درد
ورد اپنا یہی ہے نام درد

درد عاشق کی ہے دوا، وو کلام
درد مندوں کی ہے شفا، وو کلام

شعر حضرت نیں جس زباں میں کہے
تا قیامت وو یادگار رہے

شاعری وہاں کا کچھہ کمال نہیں
فخر ہے بلکہ شاعری کے تئیں

ریختہ نیں یہ تب شرف پایا
جبکہ حضرت نیں اوسکو فرمایا

مرتبہ ریختہ کا اور ہوا
معتبر فارسی کے طور ہوا

یہ فصاحت زبان کی ہے کہاں
یہ بلاغت بیان کی ہے کہاں

کہیں یہ بات پائی جاتی نہیں
یوں حقیقت دکھائی جاتی نہیں

شعر سب اسطرح حقیقت کے
نہیں دیکھے سوائے حضرت کے

جو کہ اہل سخن ہیں مانتے ہیں
قدر صاحب مذاق جانتے ہیں

نظم یا نثر جو کہا ہے کلام
ہے وو بے شبہ سر بسر الہام

حل ہوے ہیں مسائل توحید
سب وو روح القدس کی ہے تائید

کیا کہوں اوسکی میں قبولیت
سن کے ہوتی ہے دل کو محویت

ہے موثر نپٹ ہی در دل و جاں
سارے عالم کے نت ہے ورد زباں

بسکہ تضمیں وہ کلام ہوا
تب یہ مقبول خاص و عام ہوا

چونکہ ہستم سیاہ مست سخن
می سپارم عناں بدست سخن

کہ حلو ریز رخش خامہ شود
آمد و رفت قطرہ زن نکند

تازہ ملک معانی رنگین
ارمغاں بہر دوستان آرم
دید کن گلشن معانی را
همه گل کرد نوبہار سخن
هست طبع رواں چو آب رواں
ز آبداری حرف و رنگ سخن
در صفا جلوہ گاہ دلدار است
اند کے داد ایں نباید داد
شورش عشق را تماشا کن
حرف عاشق شنیدنی دارد

تازہ مضمون و قابل تحسین
رشک صد باغ و بوستان آرم
گل و گلزار نکتہ دانی را
چہرہ افروز شد نگار سخن
زندگی بخش جان زندہ دلاں
صفحۂ کاغذ است رشک چمن
آئینہ از برائے دیدار است
دل ناشاد تا کہ گردد شاد
سیر جوش جنوں و سودا کن
عالم شوق دیدنی دارد

بیان اختلال احوال عاشق خستہ حال و ذکر کوفت و ملال آں شکستہ بال

کون جانے ہے درد مند کا حال
ایک مدت تلک نہ تھا معلوم
من کہے، حال کون جانے ہے
دل کا مالک نہیں سوائے خدا
ایک عمر اسکا مجکو کھوج رہا
کچھ نہ کھلتا تھا کیا مرض ہے اسے
دل پہ اب اسکے کیا گزرتا ہے
کس لئے اسکی نیند و بھوک گئی
کس لئے ٹھنڈے سانس بھرتا ہے
کس لئے زار زار رووے ہے
کس لئے بیحواس رہتا ہے
کس لئے یوں رہے ہے من مارے
کس لئے یوں رہے ہے بیخور وخواب
یوں جو سوکھے ہے کیا اسے دق ہے

دل سوزاں مستمند کا حال
کس بلا میں پڑا ہے یہ مظلوم
چپ رہے، حال کون جانے ہے
پوچھے، کس کو عرض برائے خدا
دل پہ اس بات کا ہی سوچ رہا
آہ وزاری سے کیا غرض ہے اسے
یہ جواں یوں جو مفت مرتا ہے
کیا مصیبت پڑی ہے دور نئی
کس لئے آہ و نالہ کرتا ہے
کس لئے ڈاڑھیں مار رووے ہے
کس لئے یوں اداس رہتا ہے
کس لئے مفت دے ہے جی ہارے
مضطرب جیسے ماھئی بے آب
یا کسو شخص پر یہ عاشق ہے

یا کہ اس کو جنون و سودا ہے — کچھ دماغی خلل یہ پیدا ہے
یا کہ مجذوب ہے یہ مستانہ — ہے غرض دور کوی دیوانہ
ظاہرا پر کسو پہ شیدا ہے — سب علامات عشق پیدا ہے
دیکھو جس وقت اشک جاری ہے — نالہ فریاد آہ و زاری ہے
نہ کسو سے ہنسے نہ بولے ہے — بات دل کی کہیں نہ کھولے ہے
حال پوچھو تو جیو روے لگے — اور الٹے خفیف ہوے لگے
بن کہے آپ ہی آپ بکتا ہے — بات پوچھو تو منہ کو تکتا ہے
کیا کری دوستی بجا لاوے — کس طرح کوی اسکو بہلاوے
کیا کوی اسکی دوستداری کرے — کیا کوی اسکی غم گساری کرے
غور و پرداخت کیا کرے کوی — کی نہیں جاتی اوسکی دلجوئی
کیا کہوں باتیں کیا دوائی ہیں — شعر یہ اوسکے ہی ربائی ہیں
" ایک تو اوسکے جور نے مارا — اور یاروں کی غور نے مارا
آہ! یا رب کدھر نکل جاوں — دوست دشمن کو منہ نہ دکھلاوں
دشمن اتنا نہیں ستاتے ہیں — دوست جتنا اب آ دکھاتے ہیں
دوستی کیا میں لے کے ان کی کروں — جبکہ ہر طرح سے میں آپہی مروں
دم دئے کوی جی بہلتا ہے ؟ — دل دشمن چراغ جلتا ہے
اسکی دلسوزیاں ہیں بیہودہ ' — سچ ہے حضرت کا سب یہ فرمودہ"

غزل لہ مدظلہ

"اپنی قسمت کے ہاتھوں داغ ہوں میں — نفس عیسوی چراغ ہوں میں
ہوں فتادہ برنگ نقش قدم — رفتگان کا مگر سراغ ہوں میں
دونوں عالم سے کچھ پرے ہے نظر — آہ کس کا دل و دماغ ہوں میں
میں ہوں گلچین گلستاں خلیل — آگ میں ہوں یہ باغ باغ ہوں میں
عین کثرت میں دید وحدت ہے — قید میں درد با فراغ ہوں میں "
خیر بے طرح زیست کرتا ہے — خیر خواہی سے اور مرتا ہے
رات دن ایک سا ہی جاگے ہے — لوگوں سے جیسے وحشی بھاگے ہے
نہیں تھمتا ہے آہ و زاری سے — جان دیتا ہے بیقراری سے

نہ کبھو دن کو چین ہووے ہے — نہ کبھو رات کو یہ سووے ہے
ایک جا سے کبھو پھرے نہ چلے — گر کے بیٹھے تو وہاں سے پھر نہ ہلے
رو بہ دیوار بیٹھا رہتا ہے — جیسے بیمار بیٹھا رہتا ہے
کبھو بے حس پڑے ہے جوں مردہ — دل شکستہ اور خاطر افسردہ
کبھو ٹھہرے نہ ایک آن کہیں — آپ جاوے کہیں تو دھیان کہیں
اِدھر اُودھر پھرے ہے بے آرام — نہیں معلوم کیا ہے اسکو کام
اسکو یکدم کہیں قرار نہیں — ان دنوں یہ کسو کا یار نہیں
بے نصیحت کسو کی مانے ہے — بے بھلا بے برا یہ جانے ہے
فی البدیہ جو اوسیں شعر کہے — دو یہ اس میں سے مجھکو یاد رہے
"گاہ یارم سخن نمی سازد — آہ یارم سخن نمی سازد
ناصحان را ازیں چہ می سازد — خواہ یارم سخن نمی سازد"
دوست اپنا کسو کو جانتا نہیں — کچھ کسو کا کہا یہ مانتا نہیں
کیا کہوں کس طرح سے جیتا ہے — غم کو کھاتا ہے آنسو پیتا ہے
بے طرح کی معاش کرتا ہے — کچھ غضب بود و باش کرتا ہے
یوں تو اس جہت* کوئی نہیں یارب — سر بکف دل بدست جاں برلب
نہیں دیکھا کسو کا حال ایسا — دیکھنا کیا، نہیں کسو سے سنا
ہے یہ مستانہ صاحب تاثیر — یاد اسکو دلوں کی ہے تسخیر
†جا پڑے ہے جب اوس طرف کو نگاہ — اس کی حالت کرے ہے حال تباہ
آہ دیکھا اوسے نہیں جاتا — حال کہنے میں کچھ نہیں آتا
دیکھیں اوس پاس کوی جا تو سکے — آنکھ اوس سے بھلا ملا تو سکے
جس گھڑی اوس پہ دھیان جاتا ہے — بس خدا کا ہی خوف آتا ہے
حال اوسکا جو کوئی سنتا ہے — کہا کے افسوس سر کو دھنتا ہے

غزل

"ہر کہ بر حال او نگاہ کند — گزد انگشت و باز آہ کند

---

* سوائے
† ایک نسخے میں یہ شعر اس طرح ہے
جا پڑے ہے جب اُس طرف کو نظر — اُس کی حالت کرے ہے دل میں اثر

عیرا و هیچ شخص دیدہ نسد | کہ چنین حال خود تباہ کند
دود آهش کشیدہ سر بفلک | وری آسماں سیاہ کند
گفتۂ هیچ کس نمی شنود | خیر خواهی جہ خیر خواہ کند
اثر اے کاش این چنین حالت | در طلبگارئی الہ کند ،
ایسی حالت میں گرچہ مرتا تھا | منہ سے پر کچھ بیاں نہ کرتا تھا
جی میں گو تھا ہزار جوش و خروش | تھا بہ لب تشنہ مثل خم خاموش
اپنے دل کی یہ کھولتا ہی نہ تھا | باب مربوط بولتا ہی نہ تھا
آہ و نالہ کبھو کبھو زاری | کبھو محذوف کی سی بیماری
مثل گل جیب و سینہ پھاڑے تھا | جیسے بلبل بڑا دھاڑے تھا
پر نہ کھلتی تھی کیا مصیبت ہے | ماجرا کیا ہے کیا حقیقت ہے
کھول کر کچھ بیاں نہ کرتا تھا | راز اپنا عیاں نہ کرتا تھا
الغرض بعد ایک مدت کے | اور اٹھائے ہزار شدت کے
آتش عشق میں ہوا جو گداز | دل عاشق بیں تب یہ کھولا راز
شمع کی طرح روکے بہوت کہا | یہ جدا جائے سچ کہ جھوٹ کہا

غزل

"اشک ریزاں بحال خویشتنم | شمع ساں در وبال خویشتنم
گرد خود آمدن نمی دهد او | من فدا در خیال خویشتنم
چوں فلک خود بخود بتلاش | در سراغ وصال خویشتنم
ناقص کامل اینچنیں نبود | من مقر کمال خویشتنم
فرصت گفتگو بغیر نشد | از جواب و سوال خویشتنم

حرف حرفم بگریہ آرد ابر
چوں قلم از مقال خویشتنم"

غزل

دل جو یوں بے قرار اپنا ہے | اس میں کیا اختیار اپنا ہے
جو کسو کا کبھو نہ یار ہوا | وہی قسمت سے یار اپنا ہے
روز و شب آہ و نالہ و زاری | اب یہی کاروبار اپنا ہے

بیوفائی وو گو ہزار کرے — یہاں وفا ہی شعار اپنا ہے
سب یہ اپنا ہے واسطہ ہے دوست — ہر کوئی دوست دار اپنا ہے
اوس گلی میں نہیں یہ نقش پا — ہر قدم پر مزار اپنا ہے
کاش اُمید ہووے کشتۂ یاس — دشمن اب انتظار اپنا ہے
ہووے تروار آبدار کا وار — اس میں بیڑا ہی پار اپنا ہے

مثل لالہ چھپاؤں کیوں کے اثر
داغ دل آشکار اپنا ہے

اے کہ می پرسی از حقیقت من — کشف عالم بود ز صورت من
چہ بگویم کہ دیدنی باشد — سوے عالم نگاہ می شاید
آہ رنگم ببیں و حال مپرس — جذبۂ زیں شکستہ حال مپرس
دوستاں سخت حالتے دارم — کہ بدست غمے گرفتارم
نہ مرا طاقت جدائی او — نے مرا تاب خود نمائی او
جلوۂ اش می برد مرا از جا — پایداری کجا و عشق کجا
درد می گردد از نظر مستور — آسماں و زمیں شود بے نور
ہم غم ہجر و ہم نشاط وصال — ہر یکے جاں و دل کند پامال
ہجر و وصلش بمن نمی سازد — دل باظہار آں چہ پردازد
ہیچ در گفتگو نمی آید — کارم از جستجو نمی آید
قرب و بعدش زمن چہ می پرسید — ہست مانند سایہ و خورشید
ہر زماں آید او برُوم از خویش — چوں رود میروم دویدہ بہ پیش
گو کہ گردم براہ پامالش — نگذارم ولیک دنبالش
بسکہ ہستم سیاہ مست او — می سپارم عناں بدست او
با وجود و عدم چہ کار مراست — آمد و رفت او فنا و بقاست
ہر کجا می روم ہم آغوشم — در کنارش فتادہ مدہوشم
ہر زماں ہست قرب او حاصل — نبود درمیاں خط فاصل
لیک دایم خراب احوالی است — کہ در آغوش جائے او خالی است
من باو مایل اوست مایل من — تیرہ بختی شد است حائل من
خاکسارم فتادہ در راہش — ہر قدم سر نہادہ در راہش

می برم خویش را بجاے او ‏ تا درازی کشم بپاے او
محو گردد در او سراپایم ‏ از تگ و تاز خود بیاسایم
می توان کرد زنده در گورم ‏ لیک نتوان گذاشت مهجورم
جلوهٔ اوست هر طرف پس و پیش ‏ همه دائم ز تیره روزی خویش
او بهر صورتم نموده هلاک ‏ مهر رویش مرا نشانده بخاک
الغرض دل ز دست داده منم ‏ در خم زلف او فتاده منم
قصهٔ خود چها چها گویم ‏ مختصر این که کشتهٔ اویم
رفت کارم ز اختیار من ‏ نیست حالی ز دل کنار من

غزل

دل من آه صفت رفت ز دست ‏ هیچ حرفے نگفت رفت ز دست
راز هاے دلے نگفته نه است ‏ حرف چون کس شنفت رفت ز دست
چشم غماز ماند و دل که مدام ‏ راز هاے نهفت رفت ز دست
مژهٔ من ز راه نادانی ‏ گوهر اشک سفت رفت ز دست
هر که خار و خس هوا و هوس ‏ از در دل نرفت رفت ز دست
دست خالی چه طور خواهی باخت ‏ بازئی طاق جفت رفت ز دست
اهل غفلت همی روند از کار ‏ پاے هر گه که خفت رفت ز دست

خوشی دل اثر هلاک دل است
غنچه هر که شگفت رفت ز دست

کچھ نہ پوچھو یہ بات ہی مشکل ہے ‏ اور کے ہاتھ میں مرا دل ہے
شادمانی نظر نہیں آتی ‏ زندگانی نظر نہیں آتی
کیا کہوں میں کسو سے اپنا حال ‏ زیست کرنی غرض ہوے ہے وبال
کون کس کی سنے ہے کس سے کہوں ‏ اور اُلٹے ہنسے وہ جس سے کہوں
درد کوئی کسو کا کیا جانے ‏ اوس کا دل جانے یا خدا جانے
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا ‏ چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا
گر کہا بھی تو کون مانے ہے ‏ جو سنے ہے سو جھوٹ جانے ہے
گر کسو نیں سنا تو کیا حاصل ‏ اور سے کب کھلے ہے عقدۂ دل

کوی دم گر اکیلے پاؤں اوسے — درد دل تک ذرا سناؤں اوسے
دل کا سایہ ہزار نکلے جب — یہ جو کھٹکے ہے خار نکلے جب
ورنہ پھر خیر یہ دل صد چاک — آرزو لے ہی جائے گا تہ خاک

غزل

بیدلم دل ربا نمی آید — تا کہ آں دلربا نمی آید
طفل سوخ ہزار مہر و وفا — ہیچ نام جدا نمی آید
صدر ہر چند بہتراست ولے — چکنم جوں مرا نمی آید
شمع ساں جملہ تن زبانم لیک — گفتن مدعا نمی آید
رام ساری نشان وحشی را — از تو ہم اے جدا نمی آید

از جہ او را اثر نمی دانم
رحم در حال ما نمی آید

اور کس کو دکھائیے احوال — حالت دل نیں کر دیا پامال
غم دل آفت نہانی ہے — کب کسو اور کو جتانی ہے
غم کسو کے گھٹائے گھٹتا ہے — یا کسو کے مٹائے مٹتا ہے
جس کے جی پر پڑے وہی جانے — اور کے دل کی اور کب جانے
جب تلک دم میں یہاں میرے دم ہے — نت یہی دکھ ہے نت یہی غم ہے
غم نیں اب سب طرف سے گھیر لیا — کیا کہوں مجھسے جو سلوک کیا
گھر کیا غم نے اب مرے دل میں — رہ پڑا اور وشت مرے دل میں
ہو گیا سینہ دسکہ غم خانہ — دل ہوا غم کے ساتھ ہم خانہ
اسقدر ہے موافقت باہم — نہیں معلوم دل ہے یہ یا غم
گو غم یار جی ہی کھاتا ہے — پر مجھے یہ رفیق بھاتا ہے
ساتھ میرا فقط اسی نیں کیا — نس رفاقت کو ہاتھ سے نہ دیا
کون ایسا کسو کو چاہے ہے — مرتے مرتے وہی نباہے ہے

غزل

گرچہ غم جی لئے ہی جاتا ہے — پر نہ یہ جی دئے ہی جاتا ہے
مہربانی تو اونیں ایک نہ کی — جور سو سو کئے ہی جاتا ہے

وہ ستمگر ہمیشہ مثل شراب خون عاشق لئے ہی جاتا ہے
سخت جانی اثر کے دیکھئے آہ
اس ستم پر جئے ہی جاتا ہے

دل گیا تھا تو جان بھی جاتی تو مصیبت نہ مجھ پہ یوں آتی
زندگانی ہوئی ہے اب مشکل پس گیا ہے مصیبتوں میں دل
آہ جی کو کہاں تلک گھوٹوں مر چکوں تو عذاب سے چھوٹوں
ورد میرا بس اب یہی ہے کلام اس کی برکت سے ہووے کام تمام
دل تڑپتا ہے درد پہلو ہے مرگ آپہنچیو کہ قابو ہے
آہ کے ساتھہ جی نکل نہ گیا آہ اے آہ یہ خلل نہ گیا
دل کی آفت کبھی نہیں جاتی یہ مصیبت سہی نہیں جاتی
کھا گئی مجھکو دل کی بیماری اس سے بہتر ہے سل کی بیماری
آبلے ہیں تمام سینے میں جیسے چھالے ہوں آبگینے میں
جی پہ میرے عذاب رہتا ہے سخت حال خراب رہتا ہے
اب تو جان بر نہیں ہوں مرتا ہوں کچھہ دموں کا شمار کرتا ہوں

غزل

مرض عشق دل کو زور لگا جان بلب ہوں خیال گور لگا
بے طرح کچھہ گھلائے جاتا ہے شمع کی طرح دل کو چور لگا
تیرے مکھڑے کو یوں تکے ہے دل چاند کو جوں رہے چکور لگا
در و دیوار کو ہر ایک طرف
آنسوؤں سے اثر کے شور لگا

کچھہ عجب رنگ ہے مرے دل کا کیا کہوں حال ایسے بسمل کا
دل نہیں کوی بلا ہے سینہ میں حشر ہر دم بپا ہے سینہ میں
نہ کھلی بات کچھہ مرے دل کی کیا کوئی جانے مرغ بسمل کی
آہ بسمل بھی ہوچکی ہے تمام نہ ہوا اسکو مرکے بھی آرام
ہے کہاں زیست کون جیتا ہے پر وہی خون دل یہ پیتا ہے
عقدۂ دل مرا کبھو نہ کھلا گو بتاسے کی طرح جاے گھلا

غنچۂ دل یہ ناشگفتہ رہا — راز اس کا سبھی نہفتہ رہا
دل در اضطراب میں مارا — اسی خانہ خراب نیں مارا
دل مرا باعث عذاب ہوا — اس کے جلنے سے میں کباب ہوا

غزل

دیکھ کر دل کو پیچ و تاب کے بیچ — آ پڑا سمت میں عذاب کے بیچ
کون رہتا ہے تیرے غم کے سوا — اس دل خانماں خراب کے بیچ
تیرے آتش زدوں میں مثل شرار — عمر کاٹے ہے اضطراب کے بیچ
شمع فانوس میں نہ جھمکے چھپے — کب چھپے ہے یہ رخ نقاب کے بیچ

کیا کہوں تجھ سے میں اثر کہ اوسے
کس طرح دیکھتا ہوں خواب کے بیچ

ای پریروئے بیوفا دلدار — وے جفا جوئے بیمروت یار
کاش روئے ترا نمی دیدم — تا کہ چندیں بلا نمی دیدم
دیدہ یکبار خوب تماشا کرد — لیک دل را خراب و رسوا کرد
یک نظر را نمودی و رفتی — پردہ از رخ کشودی و رفتی
جلوۂ بود یا کہ برقے بود — سوخت دل را اگرچہ برقے بود
شعشعاتش نگاہ خیرہ نمود — عقل را در دماغ تیرہ نمود
گر نمی آمدی مقابل من — میربودی بگو چسان دل من
دلبرم ایں قدر تو داری یاد — خود ربودی کسے بزور نداد
دلربائی چو بود منظورت — چیست تقصیر من دریں صورت
دیدہ بودم ز دور یک دو نگاہ — غیر ازیں نیست ہیچ جرم و گناہ
تا ہنوزم عذاب آن باقی است — دار و گیر حساب آن باقیست
دیدن روے تو شدہ ناسار — خوشیٔ دل ندیدہ ام زاں بار
از ہمان روز طالعم برگشت — بر سر من گذشت آنچہ گذشت
سینہ و دل کہ شعلہ افروز است — آتش افتادۂ ہماں روز است
چوں دو چار ایں بلند بالا شد — از ہمان وقت فتنہ برپا شد
چشم وا گشتہ بر رخت چو فتاد — باب صد فتنہ و فساد کشاد

نام هجراں نہ است ورنہ وصال — روز اول نبود ایں احوال
فقط امروز من نمی سوزم — بلکہ آتش زدہ اراں روزم
تیر آہم کہ ہمچو جاں دوراست — ایں جگر دورئی ہماں دوراست
آن نگہ ہائے شرمگیں حیا — رابطہ تازہ آشنا ئیہا
می جلد ہمچو تیر در دل وجاں — آہ بر آورم ز سینہ چناں
یا چناں بود گرم جوشیہا — یا چنیں گشت چشم پوشیہا
آں قدرہا نبود جرم و گناہ — کہ فگندی چنیں بحال تباہ

غزل

چہ خطائے دگر مگر دیدم — اے ستمگر چہ شد اگر دیدم
عوض ہست اینکہ دل دردی — آنکہ در دیدہ یک نظر دیدم
چہ قدر آب شد نہ بیم نگہ — زہرۂ ایں دل و جگر دیدم
دیدہ از ہرزہ بینیٔ عالم — ستم و عالم دگر دیدم

تو بگو اے اثر دگر چہ کنم
نالہ و آہ بے اثر دیدم

گفتگوے مستانہ عاشقانہ بتصور حضور جانانہ و بیان دیگر حالات درپیش و رفاقت دلربش دروقت مصیبت خویش —

کس کولاؤں کہوں میں کس کے حضور — چپ رہوں تو نہیں مرا مقدور
نکہوں یا کہوں میں تجسے کہوں — جی کے جی ہی میں ور نہ مار رہوں
ہوں سیہ مست اپنے حال کے بیچ — تجکو حاضر سمجھ خیال کے بیچ
کچھہ دوانوں کی طرح بکتا ہوں — تیری بے ہیچ راہ تکتا ہوں
دل میں تیرا خیال رہتا ہے — سامنے یہ جمال رہتا ہے
دیکھوں کسکو کروں میں کس پہ نگاہ — جا رہے ہے مری تو جس بہ نگاہ
دو نہ دو تو ہی یار ہوتا ہے — سامنے آ دو چار ہوتا ہے

یہ جو حضرت میں کی جدر دیکھا
شورش عشق کا اثر دیکھا

غزل نہ مد ظلہ

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہوگئے بدن خالی — جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری — آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
اون لبوں میں جہ کی مسیحائی — ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

ابھی آئے تو اور جائے گا — جہدا دیکھے گا اوبدا پائے گا
وہ جو اس کے جناب کے ہیں غلام — سے یہ اون کا بھی عشق دون مقام
ہیں جدا اوس دہ عاشق و معشوق — سب یہ اوس ہے جناب کے ہیں مشوق
بات میں بات یہ جو کہتا ہوں — فی الحقیقت اسی میں رہتا ہوں
رتبہ اوس کا مجھے دکھاتا ہے — اور بھریب سب بہاتا ہے
نہ کہوں میں نہ پوچھہ تو آ گو — کچھ سکوں میں نہ پا سکے گا تو
نچھہ تجھے قابل سخن پایا — تب یہ مذکور درمیان آیا
حق یہی ہے اسی کو مانیو تو — اس سوا اور کچھ نجانیو تو
بات جتنی یہ مدری ہو جائے — اور کوئی تو یوں نہ بہچانے
آ پھر آدس میں ہم دو بات کریں — اسے ڈرجے سے بڑہ قدم دھریں
گفتگو تیرے ساتھہ کر بسجار — کہوں در پردہ حرف راز و نیار
بات مدری جو ہے تو جانے ہے — دل ترا اسکو خوب مانے ہے
تو نہ جانے تو کون جانے گا — تو نہ مانے تو کون مانے گا
راز دل کا تو ہی تو محرم ہے — تو ہی تو ہمنشین و ہمدم ہے
اور کوئی کہاں سے جانے گا — اس طرح دل سے کون مانے گا
حال اپنا تجھے دکھاتا ہوں — قال اپنا تجھے سناتا ہوں
رات دن تجسے گفتگو ہے مجھے — تیرے ملنے کی آرزو ہے مجھے
تو ہی میری نظر میں رہتا ہے — تو ہی تو دل کے گھر میں رہتا ہے
گو پڑا میں اکیلے مرتا ہوں — لیک باتیں تجھی سے کرتا ہوں

تو مرے داس ہے مرے صاحب	نہ رہا فرق حاضر و غائب
تجھکو رکھتا ہوں اور کس سے کہوں	تجھہ سوا ہے وو کون جس سے کہوں
یہ جو ارشاد سب کیا احوال	ہے سراسر ہمارے حسب حال

لہ مد ظلہ

هیچ در دل هوس نمی باشد	غیر تو هیچ کس نمی باشد

لہ مد ظلہ

چشم با چشم گو نگردد چار	دل بدل هم نهفته راه بود
دیده ام جلوهٔ رخے کامروز	مهر در چشم من چو ماه بود
پاس من هم گهے نگهداری	گر بحالم ترا نگاه بود
مژه ام بسکه میکند خس پوش	گریه ام آب زیر کاه بود
ترک چشم تو سخت خونخوار است	همچنین فرقهٔ سپاه بود

غزل لہ مد ظلہ

ہے غلط گر گمان میں کچھہ ہے	تجھہ سوا بھی جہان میں کچھہ ہے
دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے	آن میں کچھہ ہے آن میں کچھہ ہے
لے خبر تیغ یار کہتی ہے	باقی اس نیم جان میں کچھہ ہے

ان دنوں کچھہ عجب ہے میرا حال
دیکھتا کچھہ ہوں دھیان میں کچھہ ہے

غزل لہ مد ظلہ

دل بہ بے اختیار ہوکر آہ	تو بھی کہہ کب تلک نہ اتھے کراہ
خوشخرامی ادھر بھی کیجئے گا	میں بھی جوں نقش پا ہوں چشم براہ
کیا کہوں تجسے ہم نشیں دل میں	برچھی سی لگتی ہے وو ترچھی نگاہ
جس پہ تقصیروار یوں سمجھو	ابھی ایسا تو کچھہ نہیں ہے گناہ
جو ہوے ہیں قرار آپس میں	میں ترا اور تو مرا ہے گواہ
دید وادید رکھے جائے گا	جب تلک ہو ملاپ خاطر خواہ
بت پرستی نہیں شعار اپنا	ہم کو ایسا نہ سمجھیو واللہ

هنسنے اور بولنے کی باتیں کہو / نام اس کا نہ لو کہاں ہے چاہ

شوخ تو اور بھی ہیں دنیا میں

پر تری شوخی کچھہ عجب ہے واہ

اب تصور میں تیرے رہتا ہوں / تجھسے کچھہ آپ ہی آپ کہتا ہوں

نہ کہوں تجھسے تو یہ کس سے کہوں / تو بتا دے بھلا میں جس سے کہوں

ہم نشیں کوئی نے کوئی دمساز / دوست کوئی نہ کوئی محرم راز

جسکے آگو میں دل کی بات کہوں / دیکھہ تو چپ کہاں تک آہ رہوں

دل میں میرے بھرا ہے جوش و خروش / منہ سے کیونکر بھلا رہوں میں خموش

دل کوئی جسکے رہنے دیتا ہے / یوں نہیں تک تک کے جان لیتا ہے

کب تلک دل ہی دل میں بات کروں / کچھہ تو بارے ترے بھی منہ پہ دھروں

دل سے کب تک کروں میں سرگوشی / نہیں بنتی ہے مجھکو خاموشی

جب گزر دل سے جان پر آئی / اس قدر تب زبان پر آئی

تونے سنا ہے جو کچھہ کہ فرمایا / جس غزل نے دلوں کو گرمایا

غزل لہ مد ظلہ

بات جب آ نداں بڑتی ہے / تب کہیں تیرے کان پڑتی ہے

آتش عشق قہر آفت ہے / ایک بجلی سی آن پڑتی ہے

آخر الامر آہ کیا ہوگا / کچھہ تمہارے بھی دھیان پڑتی ہے

بات چڑھتی ہے دل پہ جو آخر / خلق کے پھر زبان پڑتی ہے

میرے احوال پہ نہ ہنس اتنا / یوں بھی اے مہربان پڑتی ہے

شعر ہے اور درد ہے یعنی

بات میں اور ہی جان پڑتی ہے

تک بھی تنہا اگر میں پاؤں تجھے / درد کی باتیں کچھہ سناؤں تجھے

درد دل سے بھلا تو واقف ہو / دل لگا کر سنے حقیقت کو

آج تک میں نہیں تجسے کچھہ کہی / جی کی جی ہی میں ساری بات رہی

دیکھہ تو میں بھی جان رکھتا ہوں / منہ میں آخر زبان رکھتا ہوں

کب تلک یوں ہی جی کو مارے رہوں / دل میں آتا ہے کچھہ تو بارے کہوں

درد دل دکھہ سوائے کس سے کہوں — نہ سنا تو ہمیں ہائے کس سے کہوں
ولوں کس سے کہوں میں کس کے حضور — بات سمجھے کوی سو کس کو شعور
دل میں باتیں ہزار آتی ہیں — پہیں منہ سے نکالی جاتی ہیں
سن کہے تو ہووے ہے رسوائی — کیونا دل میں مجکو سودائی
دیکھہ تو کیا کہے ہے باحق خلق — بند کیوں کر کروں میں اکا حلق
سب میں چرچا جو ہو رہا تھا یہ — سخت ناچار ہوگیا تھا نہ

غزل

تو کہاں میں کہاں نہ کہیے ہیں — کہ یہ آنسیں دونوں رہتے ہیں
ایک تیری ہی بات کے لئے ہم — باتیں سو سو سبھوں کی سہتے ہیں
کام اپنا اثر نہ کیونکے بہے *
آنسو ایسے بہیں یہ بہتے ہیں

روؤں کیونکر بھلا نہ اس غم میں — مفت رسوا ہوا ہوں عالم میں
لوگ کیا کیا خیال کرتے ہیں — کچھہ کا کچھہ احتمال کرتے ہیں
جب تلک عاشقانہ رہتے ہیں — چاہتے ہیں سو منہ سے کہتے ہیں
سامھنے پر نہیں کسو کی مجال — کہ نہ ہووے مرا شریک حال
میری حالت کرے ہے سب کو اثر — نہیں رہتی کسوکو کچھہ بھی خبر
جو کہ ایدھر نگاہ کرتا ہے — سانس ٹھنڈی بھر آہ کرتا ہے
حال پر میرے دل سے جلتا ہے — شعلہ ساں ہاتھہ اپے ملتا ہے
جو کوی اب دو چار ہووے ہے
شمع کی طرح جل کے رووے ہے

بندہ از بس غلام درد بود — حسب حال کلام درد بود

له مد ظله

"بے تو حالے بہم رسید مرا — گریہ سر کرد ہر کہ دید مرا
عشوہ و غمزہ بسکہ دلکش بود — ہر یکے سوے خود کشید مرا"
کیا کہوں اپنی میں پریشانی — سخت رہتی ہے مجکو حیرانی

---

* دونوں نسخوں میں یہ لفظ یونہی لکھا ہے

حال میرا کوئی نہ پاوے گا — سن کہے کیونکے جی میں آوے گا
قصہ حواسی کروں سو کب ہے دماغ — دل کے ہاتھوں نہیں ہے مجکو فراغ
اسقدر بات تجسے کہتا ہوں — ورنہ میں تو خموش رہتا ہوں
بات میری توہی تو مانے ہے — تجھ سوا اور کون جانے ہے
تجھ پہ ظاہر ہے سب مرے دل کی — میں بھی جانتا ہوں کچھ ترے دل کی
دل کو دل کی خبر بھی ہوتی ہے — دل سے تنگ غم یہی تو کھوتی ہے
ورنہ احوال کون تجسے کہے — یا تری بات آ کے مجسے کہے
دل ہی کھولے ہے خفیہ راہ کلام — لائے لیجائے ہے پیام و سلام
دل سوا کوئی نامہ بر بھی نہیں — اور کو میری کچھ خبر ہی نہیں
تیری باتیں یہ مجسے کرتا ہے — میری باتوں پہ کان دھرتا ہے
میری سنتا ہے اپنی کہتا ہے — ایک یہی ہی تو پاس رہتا ہے
ساری دنیا سے جی ہوا ہے تنگ — نظر آیا ہے اب جہان کا رنگ
میں فدا دل سے اس کلام پہ ہوں — کہنے والے کے اور نام پہ ہوں

له مد ظله

دل مرا پھر دکھا دیا کس نیں — سوگیا تھا جگا دیا کن نیں
دل مرا باغ دلکشا ہے مجھے — دیدہ جام جہاں نما ہے مجھے

غزل له مد ظله

دل تجھے کیوں ہے بیکلی ایسی — کون مل گئی ہے اچپلی ایسی
سب برا کہتے ہیں تو کہنے دو — بات لاے ہو تم بھلی ایسی
وہ ملے گا تو ہم بھی ملتے ہیں — آپ لگ چلئے کیا چلی ایسی
خون ہوتا ہے دل کا یہاں آؤ — مہندی پانوں میں کیا ملی ایسی

اوس کے گھر میں کدھر سے پہونچئے جا
دل بتا دے کوئی گلی ایسی

خیر کیا کیا کہوں میں یاریٔ دل — اور اسوقت دوستداریٔ دل
نہ کبھی مہرباں نہ کوئی شفیق — ایک دل ہی بساط میں ہے رفیق
بس یہی غمگسار ہے میرا — صرف یے ہی تو یار ہے میرا

تنگ آیا ہے پر مرے ہاتھوں — جیسے میں تنگ ہوں ترے ہاتھوں

کیا کہوں دل کے بیقراری کی — نالہ فریاد آہ و زاری کی

حشر برپا کیا ترے دل میں — کی نہ تاثیر پر دے دل میں

حضرت درد نے جو فرمایا — تیری دولت وو ہمکو پیش آیا

غزل

هم نے کس رات نالہ سر نہ کیا — پر تجھے آہ کچھ اثر نہ کیا

سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما — اسطرف کو کبھو گزر نہ کیا

آپ سے ہم گزر گئے کب کے — کیا ہی ظاہر میں گو سفر نہ کیا

کتنے بندوں کو جان سے کھویا — کچھ خدا کا بھی تو نے ڈر نہ کیا

کون سا دل ہے وہ کہ جسمیں آہ — خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا

دیکھنے کو رہے ترستے ہم
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

کیا کہوں تیری بے مروتیاں — ہینگی بیرحمیاں فزوں ز بیاں

سخت گوئی کہوں کہ سخت دلی — نہیں دیکھی ہے یہ کرخت دلی

تیری کیا کیا رکھائیاں میں کہوں — نازیں جو جو سنائیاں میں کہوں

کیونکے بیحد کو قید میں لاؤں — ایک ہووے تو اسکو دہراؤں

روؤں کیا کیا ترے سخن کر یاد — کون سی بات کی کروں فریاد

تو نہیں یہ خدا ستاتا ہے — چاہنے کا مرا دیکھاتا ہے

جبکہ تیرا خیال لاتا ہوں — ساری باتوں کو بھول جاتا ہوں

پر تجھے تو وو یاد ہوویں گی — بلکہ اب تو زیاد ہوویں گی

دل میں کوئی اگر کھٹکتی ہے — منہ پہ آتے میرے اٹکتی ہے

ایک دہراؤں تو ہزار سنوں — لطف کیا ہے جو بار بار سنوں

کچھ کہے کا نہیں ہے اب حاصل — یوں خدا نے ترا بنایا دل

ایک دن میں جو عرض حال کیا — خوب تو نے مجھے جواب دیا

لگی رکھی نہ کچھ بھی گفت وشنید — واہ رے بیمروت و بے دید

قطعہ ارشاد میرے حضرت کا — ہے اسی مطلب و حقیقت کا

کیا پڑا ہے مطابق احوال   سنیو تک ہے وہی جواب و سوال

قطعہ لہ مد ظلہ

جب کہامیں کہ تک خبر لینا   دل پر آفت بدان ہے پیارے
ایک دم میں تو جی ہی جاتا ہے   ریست اب کوی آن ہے پیارے
تب لگا کہنے سچ یونہیں ہوگا   کیا پر اسکا بیان ہے پیارے
میرے دل کی جو دوجھے تو یہ ہے   جان تو اپنی جان ہے پیارے

تجسے مرجاینگے تو مر جاوینگے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

کسقدر دیکھیو قساوت ہے   دوستی کیا کوئی عداوت ہے
واہ رے تیری عقل کی خوبی   کیا ہے عالم سے دوستی خوبی
یونہیں گر سب کی سمجھ ہو جاوے   پھر تو ہر بات سہج ہو جاوے
کیوں کسو پر مرا کرے کوی   کس لئے جی فدا کرے کوی
ساری دنیا میں کیا انند رہے   کب کوی دل کسو میں بند رہے
واہ قسمت ترا تو دل یوں سخت   اور مجھکو ملا یہ دل کم بخت
کیا کہوں خیر بس تیرے دل کی   یہ حقیقت ہے اب مرے دل کی
اب تو اسکا بھی کچھ نہیں چلتا   صحبت کب لگ رہے پڑا جلتا
غم گساری سے میری مرتا ہے   دوستداری سے میری مرتا ہے
کیا کہوں کیا معاش کرتا ہے   رات رو رو دن اپنے بھرتا ہے
کہیں ایسا تو اب خدا نکرے   میں جیوں اور مرا دل آہ مرے
دل کو میرے سنبھال لیجئے اب   جان بھی یا نکال لیجئے اب
ہاتھ سے اختیار جاتا ہے   دل مرا میرے یار جاتا ہے
ہمرہ خود کسے نداشت مرا   دل من ہم جدا گذاشت مرا

غزل

نہ لگا، لے گئے جہاں دل کو   آہ لے جائیے کہاں دل کو
مجسے لے تو چلے ہو دیکھیو پر   توڑ یو مت کہیں میاں دل کو
آزما اور جس میں چاہے تو   صبر میں کر نہ امتحاں دل کو

یوں توکیا بات ھے بری لیکن
وہ نہ نکلا جو تھا گمان دل کو

رکھہ نہ اب تو دریغ نیم نگہ
یار مت دیکھہ نیم جان دل کو

آہ کیا کیجے یہاں بنایا ھے
دل گرفتہ ھی غنچہ ساں دل کو

مرگیا، پس گیا نہ کی پر آہ
آفریں ایسے بے زبان دل کو

دشمنی تو ھی اس سے کرنا ھے
دوست رکھتا ھے یک جہاں دل کو

مہربانی تو کی نہ ظاھر میں
رکھیے یارے تو مہرباں دل کو

آزمانا کہیں نہ سختی سے
دیکھیو میرے ناتوان دل کو

تو بھی جی میں اسے جگہ دیجو
منزلت تھی اثر کے ھاں دل کو

غزل

بے کسی میں اثر یگانا ھے
دل بھی اس کا نہیں بگانا ھے

عرض آئینہ داری دل سے
تیرا جلوہ تجھے دکھانا ھے

تیرے در پر نشان نقش قدم
نقش اپنا ھمیں بٹھانا ھے

نام عنقا نشان تیرے کا
جوں نگیں دل میں آشیانا ھے

گلے ملنا نہ گو کہ ھاتھہ لگے
لیک منظور دل ملانا ھے

دوست دشمن سبھی ھوے ھیں برے
کیا برائی کا اب زمانہ ھے

دل گم گشتہ کو میں ڈھونڈوں کہاں
نہ کہیں ٹھور نے ٹھکانا ھے

ھر طرف توڑ جوڑ کرتے ھو
دلبری ایک کارخانہ ھے

ھے دوانا بکار خود ھشیار
یہ نہ سمجھو اثر دوانا ھے

غزل

نیست معلوم من دلے دارم
در بغل یا کہ بسملے دارم

اے عجب چوں تو قاتلے دارم
یار تا حال مشکلے دارم

حاصل من کدام غم کہ نبود
ھمہ تحصیل حاصلے دارم

پارہ پارہ نمودہ سینہ و جیب
ایں قدر دست قابلے دارم

سخن حق نگویم از شنوی یک تمنائے باطلے دارم
دشمنی در نرم بستکہ اثر
من گماں بردہ ام دلے دارم

کیا کہوں اپنے دل کی باداسی نہیں کھینچتے ہے کچھہ بسیماسی
آپ سا ہر کسو کو جانے ہے خوبیاں اوس کی دل سے مانے ہے
مک سمجھے نہ اپنا بد سمجھے لاکھہ سمجھاؤ پر یہ کد سمجھے
جس میں اپنا بھلا ہووہ نہ کرے جاں جو کہوں ہو جسمیں اوس پہ مرے
بت با آشنا کو یار گنے ایسے * دشمن کو دوستدار گنے
وہ جو رہتا ہے اس سے بیگانہ اوس کی پیچھو پھرے ہے دیوانہ
جو کہ اوسکی کبھو نہ چاہ کرے سا بہہ اوس کے ہی یہ نباہ کرے
دیکھے اوس کے ستم نہ جور و جفا کرے اپنی طرف سے مہرو وفا
جس کے ملنے سے فایدہ نہ حصول مفت جی دیوے در تلاش وصول
وصل میں پہلے مار خاک کیا ہجر میں یوں تبھی ہلاک کیا
گر نہ ہوتیں وصال کی راتیں ہوتیں کب روز ہجر کی باتیں
وصل کا ہی یہ سب ستانا ہے ہجر اوس کا بہی شاخسانا ہے
بھول جاتا ہے ساری جو رو کو یاد رکھے نہ اوس کی بد خو کو
پھر اوسی کا وصال خواہش ہے یہ ہی نالش ہے یہ ہی کاہش ہے
نہ فقط ہجر یار مشکل ہے بلکہ ملنا ہزار مشکل ہے
واہ اس پر رہے شعور وقوف کہ رہے ہے ملاپ پر مصروف
کیا کروں دل مرا ہے دیوانہ اب تک اونئیں اوسے نہیں جانا
اس کے ملنے کی آرزو میں ہے رات دن اس کی جستجو میں ہے

غزل

وصل با ایں روش کہ او دارد وائے بر دل کہ آرزو دارد
جستجو گرچہ تا باو نرسد دل دیوانہ جستجو دارد
مہر ہم میکند بطور جفا آں ستمگار طرفہ خو دارد

* (ن) دل سے

کار افتادہ با چنیں بیدک | حق تعالیٰ نہ آبرو دارد
دل صد پارہ ام بدیں چو کباب | در خموسی چہ گمگو دارد

تا خبر یابد او ز درد اثر
کاش آئینہ روبرو دارد

حسن اپنا اوسے نظر آوے | وہ بھی تو عشق کا مزا پاوے
ہو گرفتار اپنی صورت کا | خود پرستار اپنی صورت کا
لیک اس ماہرو کی پیدائی | نہیں وابستۂ خود آرائی
کیونکے مسغول ہو بخود کہ غرور | کھینچتا ہے اوسے تو آپ سے دور
نہیں اپنا ھی وہ تو قدر شناس | اور کی قدر کیسی ' کیسا پاس
جبکہ اپنی اوسے نہ هووے خبر | کب میرے حال پر کرے ہے نظر
پہلے وہ آپ خود شناس تو ہو | آئینہ لے کے دیکھے مکھڑے کو
پوچھے حال کچھہ اپنے عاشق کی | حیرت اوس دوستدار صادق کی
سامھنے حسن کے یہ حال رھے | خیر روشن ہے جیسا حال رھے
میرے حضرت نیں یہ جو فرمایا | دیکھئے اوس کے بھی نظر آیا

غزل مد ظلہ

آدمی سوے خود نمی بیند | هیچ کس روئے خود نمی بیند
تند خویم ز خویش بے خبر است | چون ابروئے خود نمی بیند
من بکویش خراب و گاهے او | طرف کوئے خود نمی بیند
دل ارو دست بر نمی دارد | زور بازوئے خود نمی بیند

می کشبدش بسوئے خویش ولے
درد قابوئے خود نمی بیند

تو بھی سن رکھہ ذرا یہ بات مری | لگ رھی ہے همیشہ گھات مری
در گزر اب تلک نکرتا اثر | کیا کرے یوں ھی تھی قضا و قدر
اب بھی درپے ہے وقت وقابو کے | گون بنے تو بلا ہے کب چوکے
فرصت وقت اگر یہ پاوے گا | کچھہ تماشا تجھے دیکھاوے گا
ٹک خبر دار رھیو تو اوس سے | ذرا هشیار رھیو تو اوس سے

دیکھہ رکھہ تو حریف کو اپنے | شوخ طمع طریف کو اپنے
نہیں آتی اسے دعا باری | بے خبر کرلے دست اندازی
میں بیں کردی ہے اب خبر تجکو | مل نہ جاوے کہیں اثر تجکو
تو خبر دار گو کہ ہووے گا | دیکھیو آپ ہی جو کہ ہووے گا
سب دنوں کا قصور نکلے گا | کیسا تیرا غرور نکلے گا
اوس کے ہاتھہ اب کے بار آ تو سہی | پھر سلامت تو بچ کے جا تو سہی
خیر وہ تو جو ہوگی سو ہوگی | اب تو مرتا ہے عشق کا روگی
دن جدائی کے اب بسر تو کرے | ہاتھہ لگنے تلک ترے نہ مرے

غزل

ایں قدر گو چنان معاش کنم | تا کجا بے تو بود و باش کنم
گر نگوئی برائے فرحت دل | رازہائے نگفتہ فاش کنم
حاصل از دل شود سراغ او | جائے دیگر چرا تلاش کنم
پرسش حال ما کجا نکنی | من بے صبر صبر کاش کنم
گر نہ بینی بسوئے آئینہ ام | حکم فرما کہ پاش پاش کنم

نرسد دست چونکہ بر دل اثر
سینہ ناحق چرا خراش کنم

غزل

زیں تغافل بسے فغاں داریم | یک دو زخمے دگر کہ جاں داریم
ما چگوئیم حال خویش چو شمع | بے زبانیم گو زباں داریم
شور طغیانیء سرشک و آہ | از زمیں تا باسماں داریم
صبر ما تاب آزمودن نیست | دل سزا وار امتحاں داریم

چون جرس تا اثر دریں راہیم
ما ہمیں نالہ و فغاں داریم

بیان قلق و اضطرار و دودن عاشق از زیست بیزار
و شدت حالت انتظار و فایده نه کردن
هیچ کار و فریب خوردن از وعده
هائے یار و یاد دهی قول و قرار

دن کہاں چین، رات خواب کہاں — بن ترے آئے دل کو تاب کہاں
دل بہت بے قرار رہتا ہے — رات دن انتظار رہتا ہے
بے قراری نے دل کو مارا ہے — صبر کا مجھکو اب نہ یارا ہے
ناحق اب انتظار کرتا ہوں — بن اجل آئے مفت مرتا ہوں
راہ تکتا ہوں رات دن میں تری — حلقۂ در ہوئیں ہیں آنکھیں مری
نہیں آتی ہے انتظار سے نیند — اوڑ گئی ہے خیال یار سے نیند
لگی رہتی ہیں آنکھیں در کی طرف — کان ہیں گے لگے خبر کی طرف
جس گھڑی جو کوی که آوے ہے — دھوکا دے کر مجھے ستاوے ہے
کیا کہوں مجھکو ہر صدائے پا — لئے جاتی ہے ہر گھڑی از جا
منتظر تیرا بسکه رہتا ہوں — "کون ہے" ہر صدا په کہتا ہوں
کوی آوے میں جانوں تو آیا — جذب دل کھینچ کر تجھے لایا
کوی ہو، لے اوٹھوں منہ تیرا نام — "آبھی ظالم" ہوا ہے تکیہ کلام
جو کوی آوے راہ تکنے لگوں — شوق کے حرف منه سے بکنے لگوں
اب بھی کافر تو کیوں کے آیا ہے — پھر تو نے مجھے ستایا ہے
ہاتھه سے اپنے بات جاتی ہے — کہیں آ چک که رات جاتی ہے
اور جو جو که میں کہا ہوگا — ہے عجب اوس نے گر سنا ہوگا
جبکه پہچانتا ہوں کر کے غور — تو نہیں یه تو شخص ہے کوی اور
خیر لاحول پڑھنے لگتا ہون — اپنے سودے میں بڑھنے * لگتا ہون
پھر تو میں کس سے بات کرتا ہوں — اپنی حالت میں آپھی مرتا ہوں
بات کا گر کبھو جو ہوش رہا — تو تو کچھه معذرت میں اوس سے کہا
میں نہیں صاحب تمہیں نه جانتا تھا — یوں تمہیں کہتا کیا دیوانا تھا

(ن) بڑھنے - شاید بڑائے کے معنوں میں ہو—

اسقدر بھی نہیں ہوں میں گستاخ
نہیں مجھکو کسو سے ٹھٹھہ مزاخ
اس گھڑی تھا خیال کدھر اور
میں تمھاری طرف نہ کی تھی غور
صاحبو تم مجھے معاف کرو
میں نہیں جانا نہ تھا تم آئے ہو
قصہ کوتہ ہوا رہا حرکات
ہوتے رہتے ہیں ایسے ہی دن رات
خیر کیا کیا کہوں میں رسوائی
تیرے ملنے کی اب سرا پائی
لیک دل اب بھی بار آتا نہیں
خطرۂ فاسد اس سے جاتا نہیں
پھر وہی انتظار رہتا ہے
سخت دل بے قرار رہتا ہے
جب تلک تو ادھر نہ آوے گا
کس طرح انتظار جاوے گا

غزل

تیرے وعدوں کا اعتبار کسے
گو کہ ہو تاب انتظار کسے
تو بغل سے گیا تھا دل بھی گیا
اور لے بیٹھوں در کنار کسے
تیرے وعدوںکو میں سمجھتا ہوں
دھوکا دیتا ہے میرے یار کسے
میں تو کیا اور بھی سوائے صبا
تیرے کوچہ تلک گذار کسے
دل تو ڈوبا اب اور دیکھیں ڈوباے
یہ میری چشم اشکبار کسے
ایک نظر دید ہی ہے مفت نظر
اتنی فرصت بھی اے شرار کسے
دیکھتا ہی نہیں وہ مست نار
اور دیکھلاؤں حال زار کسے
خوب دیکھے اثر نے قول و قرار
اب ترے قول پر قرار کسے

غزل

وہاں نہ وہ قول بے قرار رہا
یہاں وہی اب تک انتظار رہا
پھر کے دیکھا نہ اسطرف اون نیں
آہ ہر چند میں پکار رہا
سرھی گو کہ خاک بھی اپنی
تیری خاطر میں پر غبار رہا
ساری مجلس میں تیری اے ساقی
ایک اپنے تئیں خمار رہا
حق تیری تیغ کا ادا نہوا
اپنی گردن پہ سر پہ بار رہا
توں نہ آیا ولے اثر کے تئیں
مرتے مرتے بھی انتظار رہا

کب تلک کوی انتظار کرے | جھوتھے وعدوں کو اعتبار کرے
بس مجھے انتظار نے مارا | تیرے قول و قرار نے مارا
دمبدم جو که آن جاتی ہے | اپنی ساتھہ اوس کے جان جاتی ہے
اب نه جیتا هوں میں نه مرتا هوں | وقت کا انتظار کرتا هوں
دلم از انتظار بیزار است | زندگی تلخ و مرگ دشوار است
آه و زاری نمیکند خبرے | نیست در ناله و فغاں اثرے
کام نکلے نه بیقراری سے | فایده هو نه آه و زاری سے
دل میں اوس کے اثر نه آه کرے | کچھه نه تاثیر دل کی چاه کرے

غزل

اثر از آه و ناله سر کردن | نتواں در دلش اثر کردن
یک نفس گر قرار گیرد دل | میتواں زندگی بسر کردن
بر دل من گذشت آنچه گذشت | نیست حاصل ترا خبر کردن
هیچ کافر روا نمی دارد | دل کس تنگ ایں قدر کردن
نیست آساں بغیر ناله و آه | چاک در سینه و جگر کردن
دیده ام کاروبار عشق بسے | پر ضرور است ازیں حذر کردن
رفت عمر ایں طرف نمی گذری | آه تا چند در گذر کردن
یک دو حرف اگر زمن شنوی | میتواں قصه مختصر کردن

نیست چنداں ضرور لیک اندک
بایدت خاطر اثر کردن

اندکے رحم باید اے دلدار | مردم اکنوں بحسرت و دیدار
دل من بے قرار می باشد | روز و شب انتظار می باشد
سخت دشوار بر من افتاده است | زیست بے تو بگردن افتاده است
عمر در انتظار آخر شد | بر امید تو کار آخر شد
خوب شد انتظار کشت مرا | سخت امیدوار کشت مرا
ورنه باصد هزار افسوسم | یاس میکشت آه مایوسم
بسکه در انتظار من مردم | همره خو امیدها بردم

چه توقع که من بداسته ام　　تخم حسرت بسینه کاسته ام
آرزو ها بدل نهفته بماند　　گل امید ناشگفته بماند
لیک اے بیوفا تو همچو کسی　　بعد از مرگ هم بسر نرسی
بے تو برما گذشت آنچه گذشت　　آه تنها گذشت آنچه گذشت
ایکه نالم ز بیوفائی تو　　ساخت بیکس مرا جدائی تو
من بے کس کجا روم چه کنم　　سنگ بر سر که سر بسنگ زنم
حلف قول و قرار سوخت مرا　　آتش انتظار سوخت مرا
تا براه تو چشم دوخته ام　　اشک ریزاں چو شمع سوخته ام
اشک برق و شرار هست دلم　　چه قدر بیقرار هست دلم
طپش قلب را چه چارا کنم　　بشکنم سر که سینه پارا کنم
نیست در آه و ناله ام اثرے　　که دلت را نمی شود خبرے
بیوفا صلح نیست گر آهنگ　　جفا و ستم بیا و بجنگ
ایکه جوگر شدی به تنهائی　　رفتم از خود چرا نمی آئی
هیچ از دست من نمی آید　　عقدهٔ خاطرم که بکشاید
هرچه باشد صلاح و مصلحتے　　نکند هیچ سود و منفعتے
نه کوی سوجھتی هے اب تدبیر　　نه کسو چیز میں رهی تاثیر
فایده کچھه نه انتظار کرے　　کچھه نه تاثیر اضطرار کرے
کام آوے نه کچھه طپش دل کی　　کچھه نه کھینچے تجھے کشش دل کی
کچھه نه اس سے هوئی خبر تجھکو　　اور اُلٹے هوا ضرر مجھکو
میرے حضرت نے راست فرمایا　　اپنے بھی دیکھنے میں اب آیا

له مد ظله

کچھه کشش نس تیرے اثر نه کیا　　تجھکو اے انتظار دیکھه لیا
کچھه نه جذب وکشش کئے سے هو　　کچھه نه خون وجگر پیئے سے هو
کچھه نه صبر و قرار کام کرے　　کچھه نه اب اضطرار کام کرے
کام بے التجا کئے سے هو　　مدعا بے دعا کئے سے هو
سب غلط هے که سحر و جادو هے　　ایک جادوگر اب مگر تو هے

تجھہ پہ کچھہ میں نہ کارگر دیکھا | جو کہا جس نہیں سو وو کر دیکھا
تونکے سارے کر کے ھار چکا | جوتیاں بھی زمیں پہ مار چکا
کدھو کہتا ھوں یا قوی قادر | ست بے مہر کو تو کر حاضر
کچھہ بھی تدبیر بن نہیں آتی | بات مرے سوا نہیں بھاتی
ایک تو ھجر یار نیں مارا | دوسرے انتظار نیں مارا
کب تلک یوں ھی زار زار مروں | جی میں ھے اب تو آپ مار مروں

غزل

مشتعل تیغ یار کے هاتهوں | مرگئے انتظار کے هاتهوں
جان سے هم تو هاتهه دهو بیٹھے | اس دل بے قرار کے هاتهوں
شعلہ ساں ایک دم قرار نہیں | دل کے اب اضطرار کے هاتهوں
روبرو دیکھنا محال هوا | دیدۂ اشکبار کے هاتهوں

کام اپنا اثر تمام هوا
اس دل نابکار کے هاتهوں

باتیں میں کچھہ نہ یہ بناتا هوں | مختصر حال دل سناتا هوں
پر ستم ھے کہ تو نہیں سنتا | حال میرا کدھو نہیں سنتا
هوں میں بے اختیار کہنے میں | جی نکلتا ھے چپکے رھنے میں
یوں ھی کہتا هوں ناحق آپ ھی آپ | بیٹھہ سکتا نہیں هوں میں چپ چاپ
درد دل تو کہاں نکلتا ھے | پر بھلا کچھہ تو جی بہلتا ھے
تجھسے احوال کچھہ تو عرض کروں | کبتلک دلکو گھونٹ گھونٹ مروں
تو بھی سن یہ جو قال میرا ھے | کس قدر حسب حال میرا ھے

غزل

تیرے آنے کا احتمال رها | مرتے مرتے یہی خیال رها
غم تیرا دل سے کوئی نکلے ھے | آہ هر چند میں نکال رها
هجر کے هاتهوں سب ھی روتے گئے | یہاں همیشہ کسے وصال رها
شمع ساں جلتے بلتے کاتی ھے | جب تلک سر رها وبال رها
مل گئے خاک میں ھی طفل سرشک | میں تو آنکھوں میں گرچہ پال رها

سمجھئے، اس قدر نہ کیجے غرور — کوئی بھی حسن لازوال رہا
تیرے در سے کوئی میں ٹلتا ہوں — مجھکو ہر چند تو تو ٹال رہا
دل نہ سنبھلا اگرچہ میں تو اوسے — اپنی مقدور تک سنبھال رہا
پھر نہ کہنا اثر نہ کچھہ سنتا
کوئی دن گر یونہیں جو حال رہا

غزل

داشت در وعدہ و وعید مرا — عاقبت جاں بلب رسید مرا
بسکہ آئینہ دار توحیدم — دید خود را کسے کہ دید مرا
برود تاکہ جان ز تن نبود — ہست بیماریء شدید مرا
من چساں میبرم و ختم خود را — گر نہ لطف تو میخرید مرا
ہمچو سایہ زپا فتاد گیم — چہ قدر دور تر کشید مرا
گرچہ از دوستی است شکوہ اثر
می نماند ز تو نعید مرا

میں تو ہرچند کچھہ نہیں کہتا — دل بے صبر پر نہیں رہتا
یہی شکوا ہے بس یہی ہے گلا — نہ ملا مجھہ سے آہ تو نہ ملا
گر نہ ملنا ہی تجھکو ہے منظور — کس لئے کیجے وعدہ ہاے زور
جھوٹ بولے سے کیا بھلا حاصل — کہدے سچ ہاں نہیں ہے ملنے کو دل
کیا مناسب ہے فتنہ پردازی — شورش انگیزی و دغا بازی
کوئی دیکھا نہ تجھہ سا وعدہ خلاف — بت ناحق شناس نا انصاف
لگے رکھا یوں ہی مدام مجھے — روز بہلائیے صبح و شام مجھے
کبھہ دیا وعدہ ٹالنے کو میرے — اور غم دل میں پالنے کو میرے
تا مبادا کہ یاس آجاوے — نا امیدی میں چین جی پاوے
جو کیا تو نیں خیر خوب کیا — ایک جی تھا ہزار طور لیا
پر مرا دل بھی کیا دوانا ہے — تیرا کہنا جو اون نیں مانا ہے
کیا کہوں کیا غضب یہ کرتا ہے — ایسے وعدوں پہ مفت مرتا ہے
تا قیامت کوئی نہ تو آویگا — روز فردا یو نہیں بتاویگا

یہ نہ تمیز ہی فیلسوفی ہے　　کچھ تو آدمی بھی بیوقوفی ہے

غزل

اضطراب تک فریب کھاتا ہے　　تیرے وعدوں کو مان جاتا ہے
دل کڑا کر کے تجھسے کچھ تو کہوں　　جی میں سو بار یہ ہی آتا ہے
ہوس گذرتی نہیں ہے کوئی آن　　اشتیاق اب بہت ستاتا ہے
دل کو وعدے سے کل نہیں ہوتی　　زور تو آج کل بتاتا ہے
بت کافر کی بے مروتیاں　　یہ ہمیں سب خدا دکھاتا ہے
دل میرا تو ہیں ہی چرایا ہے　　نہیں یوں نظریں کیوں چراتا ہے
میں بھی ناصح اوسے سمجھتا ہوں　　گو برا ہے وہ مجھکو بھاتا ہے
تیرے در پر میں کب کب آتا ہوں　　دل مجھے بار بار لاتا ہے
نالہ و آہ کو میری سن کر　　کہتے ہو یہاں کسے ستاتا ہے
روز و شب کسطرح بسر میں کروں　　غم تیرا اب تو جی ہی کھاتا ہے
دل نا قدر داں یہ گوہر اشک　　مت یونہیں خاک میں ملاتا ہے
جی ہی جاتا ہے دم بدم میرا　　تجھکو باور نہیں نہ آتا ہے

قطعہ

شمع رو دل پہ مثل پروانہ　　ناحق اپنے تئیں جلاتا ہے
تیری ان شعلہ خوئیوں کے حضور　　بے طرح تجھہ نہ جی جلاتا ہے
کیا کروں آہ میں اثر کا علاج
اس گھڑی اوسکا جی ہی جاتا ہے

ہاتھہ سے جھکہ بات جاتی ہے　　سو بناؤ نہیں بن آتی ہے
مجھسے بیمار کا علاج نہیں　　رو باصلاح اب مزاج نہیں
خاک میں میں مریض مل ہی گیا　　جی رہیگا کہاں سے دل ہی گیا
میں تو مہمان ہوں کوئی دم کا　　کیجئے فکر میرے ماتم کا
بیطرح ہو رہا ہوں پا برکاب　　زندگانی کو دے چکا ہوں جواب
کچھہ ہی باقی ہے مجھہ میں تابکی بات　　منزل عدم رہوں تو رات کی رات
اب تلک دم کا یہ جو کھٹکا ہے　　جی تصور میں اوس کے اٹکا ہے

حیراب اور کچھ نہیں تدبیر | ہے نہ تقصیر گر نہو تا خیر
جو کوئی ہوے خیر خواہ رفیق | رحم کھاوے وو مہربان شفیق
اتنی اوس تک خبر رسید کرے | مجکو احسان سے خرید کرے
دیوے میرا نہ کچھہ پیام و سلام | کرے اس قطعہ پر ھی قطع کلام

قطعہ مد ظلہ

گر دل غم گسار میں گذرے | خاطر دوستدار میں گذرے
یہی پیغام درد کا کہنا | گر کوئی کوئے یار میں گذرے

کون سی رات آن ملئیے گا
دن بہت انتظار میں گذرے

اب گذرتی نہیں کوئی دل بہی | بس قیامت ہے وعدۂ کل بہی
یوں جو رکہنا ہے تو مجھے مہجور | مارنا ھی مرا ہے کیا منظور
کہیں حد بہی ہے بے وفائی کی | کچھہ نہایت بہی ہے جدائی کی
عہد و پیماں ہوئے تھے کیا کیا کچھہ | اور وعدے کئے تھے کیا کیا کچھہ
اور آثار اب نہیں اوس کا | ذکر تکرار اب نہیں اوس کا
گئے کیدھر وو تیرے قول و قرار | اب یہ کیا تو کرے ہے میرے یار
اگر ایدھر تجھے نہ آنا تھا | جھوٹ سچ وعدہ کیا بنانا تھا
کون پوچھے یہ کس کو پیارا ہے | کیا جدائی تجھے گوارا ہے
کون کہتا ہے مجھکو جا ھو تم | بات اپنی تو پر نبا ھو تم
عہد کا بہی نہ اعتبار رہا | قول کا بہی نہ کچھہ قرار رہا
ہمارے حضرت کا میرے فرمانا | تو بس بہی صدق دل سے کچھہ جانا

غزل مد ظلہ

عہد را اعتبار می باید | قول را هم قرار می باید
سست پیمانی و همی گوئی | دوستی استوار مے باید
ساقیا نساء نیست منظورم | رفع رنج خمار می باید
بهر کارے که اوفتاده مرا | آدم کرده کار می باید
نرسد ار من جه بایدت هر کس | نکه گویم که یار می باید
گو که گردند ریان صد جانها | هر زمانت شکار می باید

مہر کرداز نا ملائم ما لطف آمرزگار می باید
شمع ساں مہر جان سوختہ‌ام دیدہ اشکبار می باید
درد در کوچہ ھاچہ می نالی
نالہ در کوھسار می باید

تھرے نالے کا دیوے کون جواب سامھنے اس کے آوے کس کی تاب
جس طرف کو یہ جاکے زور کرے کوہ نایں سکوہ شور کرے
جبکہ اودھر سے پھر پلٹتا ھے آسمان و زمیں اُلٹتا ھے
ھے اسی کا اثر کے دل میں اثر ٹکڑے ٹکڑے ھوا تمام جگر
ھمدم و ھمنفس ھے نالہ و آہ اور اسی جنس کے ھیں سب ھمراہ
سینہ چاکی ھے آہ و زاری ھے جانکنی ھے نفس شماری ھے
طپش دل ھے سب میں شاھنشاہ بیقراری و قلق فوج و سپاہ
روز افزوں ھے عشق کی دولت غم و اقبال شوکت و صولت
قسمت وجاہ و رعب و شان وشکوہ غم الم فکر درد دکھہ اندوہ
نقد داغ جگر خزانہ و گنج جنس حسرت بلا مصیبت و رنج
اشک خونیں و آہ و نالۂ زار رونق بزم و گرمیٔ بازار
لیک باایں ھمہ نمودا ری آہ تا چند نالہ و زاری
کیا کہوں اب تو دل بتنگ آیا میرے حضرت میں سچ یہ فرمایا

غزل مدظلہ

تابکے نالہ ھا و زاریھا - آہ از دست بیقراریھا
من و بیطاقتی و بے تابی تو و تمکین و بردباریھا
نقش پایت نکرد رنجہ قدم خاک بر فرق خاکساریھا
آشنایم بصحبت یاراں دیدہ ام کاروبار یاریھا
دوستی کردم و ندانستم دشمنی بود دوستداریھا
شام بے تو بجوں ھمی غلطم صبح دارم نفس شماریھا
نالہ‌ام ھیچ اثر نکرد ترا رفت برباد آہ و زاریھا
طبع زاد مرا کمیت قلم ھر دم آموخت نے سواریھا

درد خون کرد یاد در حق ما
سربلندی است خاکسارہا

بیان خواہش و درخواست ملاقات و مواصلت و نالش آزمایش و امتحان جدائی و مفارقت

یہاں جدائی سے جی ہی جاتا ہے — تجھکو باور نہیں یہ آتا ہے
شیشۂ دل مرا تو ٹوٹ گیا — آبلہ سا یہ بس کے پھوٹ گیا
اپنا دل میرا دل بھڑاتے ہو — سنگ کو شیشہ سے لڑاتے ہو
آپ کا قصد میں نیں جانا ہے — تا دم زیست آزمانا ہے
اب جدائی کی مجھکو تاب نہیں — دل مرا امتحاں کا باب نہیں
ہجر میں طاقت و شکیبائی — مجھسے بے صبر نیں کہاں پائی
میں جدا تجھسے رہ سکوں سو نہیں — ہجر کے صدمے سہ سکوں سو نہیں
مودیوں کی طرح نہ مار مجھے — یوں جلا کر در انتظار مجھے
تجھکو میری طرف سے میری جان — جیتے جی تک نہیں ہے اطمینان
آزمایش نہ کچھہ جدائی ہے — کیا سمجھہ میں تیرے یہ آئی ہے
اس قدر لائے خیال کے بیچ — کیجئے امتحاں وصال کے بیچ
ہو کہاں تک ادھر تو آؤ تم — منہ تو اپنا مجھے دکھاؤ تم
چور ہے یا کوئی کچھہ اور ہے تو — یوں جو پوشیدہ کر رہا ہے رو
جان تک امتحان کر لیجئے — دل کا سب ارمان کر لیجئے
ہووے منظور جو کہ جور و ستم — کیجئے اب آن کر یہ کرم
جاں تلک بھی نہیں ہے تجھسے دریغ — آئیے کھینچکر لگائیے تیغ
سر یہ حاضر ہے کیجے بسم اللہ — آن کر قتل کیجے بسم اللہ
امتحان غائبانہ خوب نہیں — نت نیا ایک بہانہ خوب نہیں
شمع رو یوں تو ہم مریدوں کی — تجھہ سے کیا پیش رفت چلتی ہے
پر بھلا اتنا دیکھئے تو سہی — بات تقریب پر نکلتی ہے
شمع پروانہ کو جلاتی ہے — ساتھہ پر اوس کے آپ جلتی ہے
جیتے جی تک بحسرت و افسوس — سر کو دھنتی ہے ہاتھہ ملتی ہے

اب تیرا سننے میں نہ آتا ہے
نام سے میرے منہ تھتھاتا ہے

اس کے آگے نہ تھے یہ میرے یہ طور
تو جدا رہ کے ہوگیا کچھ اور

میرا مذکور جن نے جس سے کیا
تو نے منہ اوس طرف سے پھیر لیا

جب سنا خون دل وو پیتا ہے
کہیئے ہو منہ بغیر جیتا ہے

واہ رے دشمنی و سنگدلی
دوستی ساری خاک میں ہے ملی

سخت جاں ہوں یہ جان رکھو مروں
جب وا دید جب الملک نہ کروں

روبرو لینے جی تو ڈرتا ہے
یوں دعا یاریاں جو کرتا ہے

خیر بہتر بھلا ہوا معلوم
مرچکوں گا میں ایک دن مظلوم

آزمایش تو بہت جو کیجئے گا
جی مرا فکر سے ہی لیجئے گا

پر بھلا مجھکو یہ بتا قائل
وصل سے میرے تجھکو کیا حاصل

دل نہ ٹھارت ہے سب تری خوبی
ہے نہ ار دشم یار محبوبی

غزل

کام کیا مجھکو آزمانے سے
وصل کرنا ہے ہر بہانے سے

حال اپنا ہزار دیکھلایا
یار آیا نہ تو ستانے سے

جی میں اسے جو ہے سو ہے ہمارے
فایدہ کیا تجھے جتانے سے

جوب آزاد کردیا مجھکو
غم نہیں میرے غم زمانے سے

چاہنا عقل و ہوس کی باتیں
یہیں معقول مجھے دیوانے سے

جی ہی جاتا رہا پہ توں نہ پھرا
یار آئے ہم اپنے آپے سے

کوئی اِس کو سند نہیں رکھتا
کچھ بھی حاصل ہے جی جلانے سے

دیکھئے آہ اوس کی خاطر جمع
کب اثر ہوگی آزمانے سے

غزل

دور اُٹھ کر گیا بہانہ ہے
کام میرا عرض بہانہ ہے

راہ تکتے ہی تکتے ہم تو چلے
آئیے بھی کہیں جو آنا ہے

نہ ملوں جب تلک کہ تو نہ ملے
اب بھی وصل جی میں ٹھانا ہے

کبھو میرا بھی کہنا مانیئے گا
جو کہا تونے میں نے مانا ہے

وعدے کر انتظار میں رکھنا　　ریت نئی طرح کا ستانا ہے
دل گیا جی بھی اب تھکانے لگا　　بس نہ بھی ناوی آزمانا ہے
تیری عیاریوں کی باتیں اثر
سب سمجھتا ہے گو دیوانا ہے

غزل

کبھو منہ بھی مجھے دکھائیے گا　　یا یونہیں دل مرا دکھائیے گا
اگر ایسا ہی اب ستائیے گا　　جیتے جیتا مجھے نہ پائیے گا
دل ہر ایک سے لڑاتے پھرتے ہو　　آنکھ تو ہم سے بھی لڑائیے گا
جی میں ہے کچھ ارادۂ فاسد　　تک سمجھ کے ادھر کو آئیے گا
دل تو اودھر سے اٹھ نہیں سکتا　　ہاتھ اب کس طرح اوٹھائیے گا
میں تو دونوں طرح سے حاضر ہوں　　جو سمجھ ہو عمل میں لائیے گا
آپیے گا غریب خانہ میں　　یا مجھے اسے ہاں بلائیے گا
اثر اتنا میں التماس کروں　　ہر کسو کی دغا نہ کھائیے گا
عشق سے منع میں نہیں کرتا　　آپ جی میں ذرا نہ لائیے گا
منہ تو اوس خوبرو کا دیکھا تم　　لیک جو تو بھی آزمائیے گا
جان تک دو جسے کہ چاہو تم
دل کو تک دیکھ کر لگائیے گا

قصہ کوتاہ سنئیے مطلب کی　　اپنی مشتاق جان بر لب کی
دھوکے دھوکے میں کاٹے پہلے دن　　نہ کٹتی اب تو کوی دم تجھ بن
بیوفائی کو ابدی چھوڑو تم　　ان دنوں مجھسے منہ نہ موڑو تم
کون کہتا ہے امتحان نہ کرو　　دل نہ دیکھو کہ قصد جان نہ کرو
امتحان لاکھ سو بسو کیجے　　پر جو کچھ کیجے روبرو کیجے
آزمایش دنوں سے دور نہیں　　پر جدا بیٹھنا ضرور نہیں
بیوفائی اسے نہیں لازم　　کچھ جدائی اسے نہیں لازم
لاکھ صورت ہے آزمانے کی　　نہیں مانع یہ یہاں کے آنے کی
سخت ناچار ہوکے کہتا ہوں　　جیسے بیزار ہو کے کہتا ہوں

دل کو تنگ اب تو مہربان کرو — بس زیادہ نہ امتحان کرو
آزمایش سے اب تو باز آؤ — کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھتاؤ
تنگ تو تر اس قدر خدا کو نہ بھول — درد مندوں کی بھی دعا ہے قبول
اس بلا میں پڑا ہوں میں جب سے — مانگتا ہوں یہی دعا رب سے

غزل

بس ہو یا رب یہ امتحان کہیں — یا نکل جائے اب یہ جان کہیں
حال دل کچھ تو میں سناؤں تجھے — دیوے یاری اگر زبان کہیں
تجھ سوا جانتا نہیں ہوں کچھ — تو بھی اس بات کو تو جان کہیں
کیا کہوں اپنی میں پریشانی — دل کہیں، میں کہیں، دھیان کہیں
مثل عنقا یہ تیرے کم شدگان — نام کو ہیں، نہیں نشان کہیں
حسن ایسا ہے جو رہے نہ رہو — کوئی جاتی ہے تیری آن کہیں
میری کیا کیا میں باتیں مانی ہیں — تو بھی ایک بات میری مان کہیں
پھانستا ہوں اثر میں آہوں کو
حل بتاوے یہ آسمان کہیں

بیان بہفتن این مصیبت و حتی المقدور نگفتن حقیقت و طعن و تشنیع از راہ دوستی و محبت

دم بخود ہوں اگرچہ مرتا ہوں — تا بمقدور ضبط کرتا ہوں
نہیں کہتا ہوں کچھ کسو کے حضور — حال میرا ہے اب تلک مستور
جان بلب ہوں میں زیست سے بیزار — شکوہ گو در نہیں لب اظہار
گو کہ باندھے گرہ ہوا و ہوس — ہے بسان حباب ضبط نفس
دل میں ڈیرا سخن میں ڈالا ہے — منہ سے باہر نہیں نکالا ہے
تیری باتیں خدا کی میں نہیں کہیں — کبھو اپنی زبان سے نہ کہیں
نہیں کر باتوں میں کسو سے کلام — تجھکو بھیجوں نہ کچھ پیام وسلام
آپڑی بات گو کہ جان تلک — پر نہ آئی مری زبان تلک
خلق ہے مجھکو دیکھ پر سر شور — اپنی باتوں میں چپ ہوں جوں لب گور
دل صد پارہ مو بمو ست زبان — دیکھتا نام و لے جو غنچہ دہان

ہر زمان خون دل همی نوشم   لیک خون خواریء تو می پوشم
همه چشم ترم نشان حباب   نچکانم ز دیدهٔ قطرهٔ آب
سینه دارم تمام جوش و خروش   مهر بر لب ولے نشسته خموش
راز هائے دلی نهفته نه است   چه نگویم که آن نگفته نه است
گر چه هردم بغم تو می میرم   نام تو پیش کس نمی گیرم
نه کسے همدم و نه همدم من است   در دل من کدام دردرس است
شمع سان جمله تن گداخته ام   لیک حرفے بیان نساخته ام
نشد آگه کس از بیان من   هیچ نشنید از زبان من
سوزم و سرمه گردم و ز گزند   نکنم ناله و فغان چو سپند
از غلامان حضرت دردم   گر بنالم ز درد نا مردم
گو صبورم ولے نه آه کنم   سخن درد را نگاه کنم
من که دم گاه بر نمی آرم   بے شمار آه در جگر دارم
جو مصیبت کہ مجھ پہ آئی ہے   اپنی مقدور تک چھپائی ہے
تنگ آیا ہوں پر جدائی سے   نہیں کہتا ہوں کچھ برائی سے
ضبط پیارے کہاں تلک کیجے   تو ہی فرما جہاں تلک کیجے
جی گھٹتا دم نکل چلا رک کر   تو بھی انصاف تو بھلا تک کر
آہ و نالہ کا آرمان رہا   اوس کی تاثیر کا گمان رہا

غزل

دیکھتے تو سہی کہ کیا ہوتا   ایک نالہ اثر کیا ہوتا
چھوٹتی ہے یہ بد معاملگی   پہلے دل کو تو لے لیا ہوتا
اب توقع کسے بھلائی کی   دل بہوتا تو کچھ بھلا ہوتا
خواہ بوسہ ہی خواہ گالی ہی   کچھ تو دل کے عوض دیا ہوتا
جانتا قدر کچھ ہماری بھی   تو بھی عاشق اگر ہوا ہوتا
بے وفائی یہ تیری جی ہے فدا   پھر ہوتا جو با وفا ہوتا

کچھ اثر کا علاج کرتے ہم
رات کی رات گر جیا ہوتا

غزل

کہیں ظاہر یہ تیری چاہ لگی | مرتے مرتے بھی ہم میں آہ لگی
آہ مرگئے نہ نا توانی سے | ایک بھی آہ سر سراہ لگی
تو نگہ کی نہ کی خدا جانے | ہم تو ڈر سے کدھو نگاہ لگی
سب کے جی میں یہ نالہ ہو گذرا | ایک تیرے ہی دل میں راہ لگی

وہ کسو اور سے کرے گا کیا
جن میں تجھسے اثر نداہ لگی

دل میں ایسے ہزار کہتا ہوں | سو برا تجھکو یار کہتا ہوں
جو کہوں تجھکو سو وو تھوڑا ہے | دل ترے ہاتھوں پکا پھوڑا ہے
بس برائی یہی جدائی ہے | ورنہ تجھ میں سبھی بھلائی ہے
یوں جدائی جو اب ستاتی ہے | جی میں سو طرح بات آتی ہے
اب اکیلے پڑا جو مرتا ہوں | شکوہ بے اختیار کرتا ہوں
سب کے نزدیک میرے حق بطرف | نہ کہے کوی تیرے حق بطرف
یوں جو معشوق ہوتے ہوں تو خیر | نہ کرے یہ تو نیر کوی غیر
کوی دشمن یہ دشمنی نہ کرے | گبر کافر بھی کچھ خدا سے ڈرے
تک تو آ حال تا دیکھا کے کہوں | روبرو سو طرح دکھا کے کہوں
کچھ تو غیرت تو دل میں لاوے گا | حال پر میرے رحم کھاوے گا
رحم دل تجھکو جانتے تھے ہم | خوبیاں تیری مانتے تھے ہم
سارے نکلے غلط ہمارے قیاس | نہ تجھے شرم چشم نے کچھ پاس
آہ سمجھے تھے اور نکلا اور | پیشتر تو تیرے نہ تھے یہ طور
یوں مبدل بھی ہوتی ہے خو بو | آگو کیا تھے تم اور اب کیا ہو
تک تو انصاف آپ ہی کیجے | اس طرح دوست کو دغا دیجے
کچھ تو ہم عقل و ہوش رکھتے تھے | کہنے کو چشم و گوش رکھتے تھے
ایسے بیہوش کیا دیوانے تھے | پر تیرے طور یہ نہ جانے تھے
سر بسر بر خلاف نکلا تو | پُر کدورت ہی صاف نکلا تو
تجسے یہ تو ہمیں خیال نہ تھا | جو ہوا سو تو احتمال نہ تھا

غزل

هم علط احتمال رکھتے تھے دجسے کیا کیا حیال رکھتے تھے
نہ سدا توبیں کیا کہیں طالم ورنہ هم عرض حال رکھتے تھے
نہ رها انتظار بھی اے یاس هم امید وصال رکھتے تھے
جوهر آئینہ بیں دکھلایا سادہ رو جو کمال رکھتے تھے
نہ سدا تھا کسو نے یہ تو عرور سبھی دلبر جمال رکھتے تھے
آہ وے دن گئے کہ هم بھی اثر
دل کو اپنے سنبھال رکھتے تھے

میں قدھے' واہ کیا تماشا ھے دھن میں آشنا تراشا ھے
ھاتھہ میں رکھیوتم سنبھالےهوے دل تو میرا یہ شیشہ * باشا ھے
توجو تولے ھے میرے من کی چاہ کچھہ ترے هاں بھی تولہ ماشاھے
کیا کہوں تیری کاوش مرہ بیں کس طرح سے جگر حراشا ھے
حیر گذری' اثر تو ھے بے باک
اور وہ سوچ بے تماشا ھے

غزل

بھولنا یوں بھلا یہ یاد رھے غم رها هم کو تم تو شاد رھے
واہ عیروں سے اتحاد رھے اور هم سے وهی عناد رھے
تجھسے سب شاد با مراد هوے هم هی نا شاد نا مراد رھے
دلدهی سب کی' میری دل شکنی بارے اتنا تو اعتماد رھے
آہ بیدرد اتنی بے اثری
دوستی کچھہ تو کم زیادہ رھے

دیان سکر و سکایت وفا و جفا و اظہار گلہ و سکوہ
از راہ محبت و صفا

گئی کیدھر وو تیری مہر و وفا اب جو هونے لگی یہ جور و جفا
بات سنتا نہیں ھے اب میری کیا هوئی دوستی وو سب تیری

---

* یعنے شیشے جیسا نازک' جو ذرا سی ٹھیس میں توٹ جاے —

میرے احوال پر نہیں ہے نگاہ — کچھ ہے تقصیر میری کچھ ہے گناہ
دوستی کے سوا کچھ اور گناہ — ہو تو مجھکو بتاؤ بسم اللہ
بے گناہوں سے دل کو صاف کرو — نہیں تقصیر پر معاف کرو
ان دنوں ہے تیرا مزاج کچھ اور — کل جو تھا سو کدھر اور آج کچھ اور
کوئی دنیا میں دل دوانا تھا — تجھے واللہ یہ نہ جانا تھا
دل و دیں عقل و ہوش باختہ ام — بعد ازینہا ترا شناختہ ام
با وفا بودہ بیوفا شدۂ — تو چہا بودی و چہا شدۂ
یاد داری ہر آنچہ میکردی — دوستداری ہر آنچہ میکردی
داستی پاس آشنائیہا — مینمودی چہ دلربائیہا
ہمگی قصد دل ربودن بود — تو بمن جلوہ ہا نمودن بود
جوشش از نشاط داشتۂ — گر منی اختلاط داشتۂ
بود پیوستہ سوے من نظرے — جز حیا لم نداشتی خبرے
گاہ خندہ گہے تبسم بود — گاہ ایما گہے تکلم بود
گاہ نگریستی بالذت و شوق — گاہ نگریستی بلذت و ذوق
نگہ التفات و گوشۂ چشم — بود گاہے بمہر و گاہ بخشم
ہر نفس سوئے من نگاہے بود — دم کشیدہ نمود آہے بود
مینمودی ہزار دلسوزی — داشتی دست در جگر دوزی
اول اول چنان زمن گشتی — آخر آخر چنیں زمن گشتی
از تو کے بود ایں گمان من — ہمچو افتی بقصد جان من
دل ربودی وعزم جاں داری — جان من دلبر دل آزاری
یاد ہست از کلام حضرت درد — بر محل حسب حال خود ایں فرد
دل باو دادم وندانستم — کہ چنیں دلربائی دلسوز است

غزل

دل دیا پر تجھے بجا سا تھا — قسمت اوس کی میں' آہ جانا تھا
تیغ ابرو و تیر مژگاں کا — دل ہی چورنگ تھا نشانا تھا
کبھو کرتے تھے مہربانی بھی — آہ وہ بھی کوئی زمانہ تھا

دل وجاں سب جلا کے خاک کیا واہ کیا خوب آزمایا تھا
تو نہ آیا ادھر کو ورنہ ہمیں حال اپنا تجھے دکھانا تھا
کیا بتاویں کہ اس چمن کے بیچ کہیں اپنا بھی آشیانا تھا
ہوشیاروں سے مل کے جانو گے
کہ اثر بھی کوئی دوانا تھا

غزل

اے بتاں الٹی ہی خدائی ہے با وفاؤں سے بے وفائی ہے
دشمنی بھی ہے جسکے آگو گرد یہاں وو کہنے کو آشنائی ہے
بات میری جو اب نہیں سنتا کچھ کسو بن مگر سنائی ہے
شرم تیری یہ سب کہے دے ہے جو مرے دل کی بات پائی ہے
غم ترا ملک دل کو لوٹ گیا کچھ نچھوڑا تری دہائی ہے
دل بدل دل رہے ہیں آپس میں اب تو نہایت جدائی ہے
سیکھہ لیجے تک ایک دلداری دلربائی تو خوب آئی ہے
مجسے آکر کدھو نہیں ملتا ایک تجھہ میں یہی برائی ہے
سادہ روؤں سے کچھہ بچا نہ اثر
وہاں سبھی بات کی صفائی ہے

گرچہ تیری طرف سے با انصاف ہے سبھی بات کا جواب صاف
پر میرے دل کی سادگی وصفا کرنے دیتی نہیں سواے وفا
زندگی میری جان تجسے ہے خوشی اپنی ہر آن تجسے ہے
تجھہ سوا اور سے نہ کام مجھے نہ کسوسے دعا سلام مجھے
نہ کسو سے گلا نہ شکوا ہے اور سے مجھکو کام بھی کیا ہے
دلبری میں کوئی بلا ہے تو جان لینے کو اب ملا ہے تو
میرے حق میں جو کچھہ ہے بس تو ہے خواہ بدخو ہے خواہ خوش خو ہے
اور کیا کیا کہوں تو کیا کچھہ ہے باغ و بستاں ہزار ہا کچھہ ہے
دیکھتے ہاں دید و رونق مجلس چشم بددور دستۂ نرگس
رشک گلزار نو بہار توئی گل و غنچہ توئی و خار توئی

خواہ بیگانہ خواہ یار توئی　　دشمن و دوست در شمار توئی
یار جانی و دشمن جانی　　خانہ آباد و خانہ ویرانی
خوشی و شادی و نشاط دل　　لذت و فرح و انبساط دل
باعث فکر و حزن و رنج و الم　　موجب حسرت و مصیبت و غم
آرزوئے دلی و خواهش جاں　　دشمن نام و ننگ و کاهش جاں
دلبر و دل ربا و دل آزار　　هم دل آرام دلنشین دلدار

غزل

اے بت عشوہ گر چها کہ نہ　　یک مگر با من آشنا کہ نہ
در دل و دیدہ و خیال و خواب　　همہ جا جائے تو کجا کہ نہ
یار و دلدار و آشنا و دوست　　آں گماں کردہ ام ترا کہ نہ
مے و میخوار و چیزها جمع است　　ساقی اینجا تو هم بیا کہ نہ
فتنہ و آفت و بلائے جاں
چہ بگوید اثر چها کہ نہ

لاکھ دشمن کا ایک دشمن تو　　د مدم تو مرا پئے هے لہو
میں برا بھی تجھی کو جانوں هوں　　اور بھلا بھی تجھی کو جانوں هوں
توهی بےرحم توهی ظالم هے　　بےخبر تو هے توهی عالم هے
خوشی تجھسے هے اور غم تجھسے　　شکر و شکوا هے د مدم تجھسے
با وفا تو هے بیوفا تو هے　　جو کہوں اس سے مدعا تو هے
نفع تو هے مرا ضرر تو هے　　خیر تو هے هزار شر تو هے
کر بھلا هے و کر برا تو هے　　دوست دشمن سبھی مرا تو هے
یہ جو حضرت میں اب بیاں کیا　　کیا کہوں آ کے میرے دل سے لیا

غزل ملمعہ

دشمن اینست و آشنا اینست　　هر چہ هست از برائے ما اینست
شکوہ چنداں ز بیوفائی نیست　　مدعی کشتہ مدعا ایں است
او دل آزار و دل گرفتار است　　قصہ کوتاہ ماجرا اینست

درد درهیو ناتوانی کن
مرض عشق را دوا اینست

ہے تو آساں پہ جو بات کہی
وصد اپنا بھی ھوگا زور بڑی

ہر خدا مجھسے بھی بنا لاوے
جی مضر چیز پر نچل جاوے

کیا کہوں آہ کچھ نہیں سکتا
بن ملے دل تو رہ نہیں سکتا

عمر ساری کہاں تلک درهیر
جان کرتی ھے اب تریز تریز

نہیں بندی ھے اپنی کچھ تدبیر
نہ کرے جب تلک مدد تقدیر

چھوٹی سی چیز ھی جو ھاتھہ پڑی
پھر تو چند اں نہیں ھے بات بڑی

اند کے صبر و اند کے دل سخت
گر بدست آیدم رطالع و بخت

پھر دو عالم کی بیٹھا دید کروں
رات شبرات روز عید کروں

آہ قسمت نیں کیا کہوں جو کیا
سخت بے صبر موم دل یہ دیا

سب نہ آفت بڑی ھے اس کے سبب
اور ناحق کہوں میں کس کے سبب

دل نیں ھی میرے مجکو مارا ھے
سب بکھیڑا اسی کا سارا ھے

صبری جوبی نین سب ردوبی کی
دشمنی دوستی نین دوبی کی

کچھہ برائی سے تو نہ تھا واقف
بے وفائی سے تو نہ تھا واقف

پو نہیں ھوتا دو کس طرح کٹتی
اب تلک کوئی اس طرح کٹتی

تیرے جو جو سلوک ھیں سارے
کچھہ برائی سے یہ نہیں پیارے

دوستی نیں میری سکھائی جفا
ورنہ تجھہ میں توتھی بڑی ھی وفا

لطف در اس کلام کے صدقے
اس کے قائل کے نام کے صدقے

غزل مدظله

اس کو سکھلائی یہ جفا تو نیں
کیا کیا اے میری وفا تو نیں

یہ کسی کو عبث کیا بے کسر
قتل کر مجکو کیا لیا تو نیں

حال سن سن میرا لگا کہنے
میں سدا کچھہ نہ کیا کہا تو نیں

هم نہ کہتے تھے ھو جو مت عاشق
پائی دل اپنی کچھہ سزا تو نیں

جی تو جی سے تیرے رھا ھے مل
منہ لیا موڑ کیا ھوا تو نیں

درد کوئی بلا ہے شوخ مزاج
اس کو چھیڑا برا کیا تو ہیں

دیکھ تو کیا غزل یہ فرمائی — بات تیری سمجھ میں بھی آئی
تو بھی سن رکھ جو میں کہوں تجھسے — چھیڑ کرنا سمجھ کے تو مجھسے
ہوسکے گا کوئی نہ عہدہ برآ — ہے یہ بندہ بھی شوخ طبع بلا
آڑے ہاتھوں کہیں نہ لیوے تجھے — بات سیدھی نہ کرنے دیوے تجھے
پھر تو شرماوے کت کے بے دل ہو — آنکھ تجکو ملانی مشکل ہو
اب تلک سیں نہیں درگذر کی ہے — تیری بانوں پہ کب نظر کی ہے
ایسے نا آشنا کو کیا کہئے — سنگدل بیوفا کو کیا کہئے

غزل

بیوفا تجھسے کچھ گلا ہی نہیں — تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
یہاں تغافل میں اپنا کام ہوا — تیرے نزدیک یہ جفا ہی نہیں
یا خدا پاس یا بتاں کے پاس — دل کبھو اپنے ہاں رہا ہی نہیں
تیرے کوچہ سے آہ جانے کو — دل نہیں پاکہ اپنے پا ہی نہیں
بانے بلبل نے گو ہزار لئے — ایک بھی گل نہیں پرسنا ہی نہیں
کچھ نہ ہوتا اثر اثر اوس کو
پہلے گو نالہ تو کیا ہی نہیں

غزل

خوب دنیا میں خوش رہا ہوگا — جو کہ عاشق نرا ہوا ہوگا
ہوں دوانا سمجھ کا میں اس کے — جس نیں دل کو تجھے دیا ہوگا
کب توقع تھی یہ کہ دل تیرا — ایسے مخلص سے یوں برا ہوگا
دل جو آیا نہ اب نظر شاید — کسی ظالم کے بس پڑا ہوگا
گر کے اتھانہ پھر میں قطرۂ اشک — کوی ایسا بھی کم گرا ہوگا
ہے زمانے کے ہاتھ سے تو بعید — کیونکہ غنچہ بھی یہاں کھلا ہوگا
اثر اول تو یہاں ہوا سو ہوا
دیکھیں آخر کو آہ کیا ہوگا

غزل

شدہ بندگاہ او ز یاری ء ما — دشمن ماست دوستداری ء ما

عشق او هیچ غم بدل نگذاشت — غم او کرد غمگساری ء ما

قہر درویش و حال درویش است — کس چہ داند ز بیقراری ء ما

غافل از یاد بیدلاں نشوی — دل ما هست یادگاری ء ما

زیں فغاں هامشو گراں خاطر — آہ ما نیست اختیاری ء ما

نالۂ ما اثر نہ کرد اثر
آہ از دست آہ و زاری ء ما

جب خدا هو اُداس رهتا هوں — بت کافر تجھے میں کہتا هوں

اور بے رحم بےوفا خونخوار — نام تیرے یہ سب هیں میرے یار

نسبۃ تجھہ سے هی کام رکھتا هوں — سیکڑوں ایسے نام رکھتا هوں

اس قدر جب سے تنگ آیا هوں — دل میں تجھسے بجنگ آیا هوں

دفتر شکوہ جب سے کھولوں هوں — نیک بد بابت سست بولوں هوں

سن کے اس کو برا نہ مانیو تو — کچھہ برائی سے یہ نہ جانیو تو

گو کہ بیطرح نام لیتا هوں — لیک دل سے دعائیں دیتا هوں

تیرے هاتھوں جو کچھہ گذرتا هے — یار جو کچھہ تو برائی کرتا هے

اس میں تیری نہیں هے کچھہ تقصیر — حق نیں کی هے یونہیں میری تقدیر

غزل

غم هی دکھلاتی هے سدا قسمت — واہ اپنی بنی هے کیا قسمت

جس کی خاطر سبهی هوے دشمن — نہ هوا وہ بهی دوست یا قسمت

کیا کہوں اپنی بے نصیبی کی — دے کسو کو نہ یہ خدا قسمت

نہ رها وصل دائمی تو نصیب — هجر هی دیکھیں تا کجا قسمت

یاوری کی نہ طالعوں نیں اثر
آزمائی هے بارها قسمت

غزل

جو سزا دیجے هے بجا مجکو — تجھسے کرنی نہ تھی وفا مجکو

سرد مہری ہیں تیری اے ظالم　　آہ کتنا جلا دیا مجھکو
گر اسی میں خوشی تمہاری ہے　　اور بھی کیجئے خفا مجھکو
کیوں تو درصدد جفا ہی کرتا ہے　　نہیں کچھ دعویٔ وفا مجھکو
غم میں بیٹھوں کہاں تئیں بت کے　　اب اٹھاوے کہیں خدا مجھکو
وہی میں ہوں اثر وہی دل ہے
اب خدا جانے کیا ہوا مجھکو

غزل

عرض کردم وفا نمی باید　　لیک چندیں دغا نمی باید
منع خو رت نمی کنم لیکن　　این قدر هم جفا نمی باید
در حورم آنچه می کنی لیکن　　هرچه کردی ترا نمی باید
بت با آشنا چنداں دارم　　که دگر آشنا نمی باید
ساده رو سادهٔ رمهر و وفا　　این چنیں هم صفا نمی باید
یا بیا یا بسر رتن جانم　　زیست بے تو مرا نمی باید
زاهدا خلد بے جمال بتے　　از برائے خدا نمی باید
نبود بے تو هیچ شے درکار　　دارو مارا چها نمی باید
گریهٔ شوق رهبر است اثر
سیل را رهنما نمی باید

غزل

گر بقدر وفا جو از جفا است　　هرچه با ما تواں نمود روا است
بت من بیقدر رحال من است　　آہ بے عیب صرف ذات خدا است
بسر و چشم میرود چوں شمع　　هرکه ذارت قدم براه فنا است
به نصیبش زجلوه حیرانی است　　مثل آئنه دردلے که صفا است
قطرهٔ گم شده به بحر محیط　　کس نشانش نمیدهد که کجا است
چوں شرر بهر اهل دید اثر
رم نمودن ز خویش واعنما است

بیان خوش نیا مدن هیچ چیز بدوں یار و بودن اسباب خوشی و نشاط زیادہ تر موجب ایذا و آزار

کوئی صحبت خوشی کی بھاتی نہیں | کوئی بزم طرب خوش آتی نہیں
انبساط و خوشی کرے ہے داغ | گر هنسوں بھی تو جوں هنسے ہے چراغ
جمع جتنا ہو عیش کا اسباب | دل کو اتنا کرے جلا کے کباب
گر بہ تقریب راگ ہوتا ہے | سینہ یک لخت آگ ہوتا ہے
راگ ہر ایک خدا ہیں گو بیشک | پر اثر میں ہیں اب سبھی دیپک
حضرت درد کی بنائے خیال | کیا کہوں کیا کرے ہے دل کا حال
تان ہر ایک جان لیتی ہے | پھر لذت دکھ کو دیتی ہے
دو لو نگا لطف جان سے ہے جدا | ہے دل و جان ہر طرح سے فدا
خیر تقریب جو کہ ہوتی ہے | ہر طرح میری جان کھوتی ہے
جس قدر ہوے صحبت رنگیں | اس قدر دل کو اب کرے غمگیں
ہے تماشا کدھر کہاں کی سیر | خوشی ہوتی ہے کوئی تیرے بغیر
مارتی ہے ہوائے ابر و بہار | کچھ الٹ هی گیا ہے لیل و نہار
جو کبھو آسماں پر ابر ہوا | دل پہ بے اختیار جبر ہوا
پھر باراں کرے ہے اب باراں | کاٹے کھاتی ہے صحبت یاراں
مینھہ جو برسات کا برستا ہے | دل ملاقات کو ترستا ہے
جس گھڑی مینھہ کی یہاں بندھے ہے جھڑی | تار باندھے ہے ہے آنسوؤں کی لڑی
جب کہ یہاں ابر گھر کے دھکتا ہے | دل گھٹتا آگے خوب رکتا ہے
اچھی لگتی نہیں ہے فصل بہار | لئے جاتی ہے دل سے صبر و قرار
کوئی موسم بھلا نہیں لگتا | دیوے ہر ایک رت جدا ایذا
خواہ گرمی ہے خواہ جاڑا ہے | دل کو ہر ایک نے اجاڑا ہے
روپ گرمی کا اور گرماوے | دل میں وحشت زیادہ تر لاوے
پھر ہیں گرمیوں کی دوپہریں | دل پہ کیا کیا گذرتی ہیں لہریں
کیا ہی جاڑے کی رت دکھاتی ہے | سرد مہری تری دکھاتی ہے

سخت دوبھر ہیں جاڑے کی راتیں — اور اس کی ہزاروں باتیں
رات تو ہے یہ دن بھی کیا کم ہے — سانس ٹھنڈی ہی ہر آن ہر دم ہے
اب نہ دن ہی کٹے نہ رات کٹے — کس طرح عرصۂ حیات کٹے
رات کاٹے کوئی کہ دن کاٹے — بات بنتی نہیں ہے سن کاٹے
عمر یوں کاٹے کس کو بھاتا ہے — تس پہ دن رات کاٹے کھاتا ہے
ہے شب ماہ دل پہ یوں بھارے — جیسے گھوڑے کو چاندنی مارے
گر گذر سوئے باغ ہوتا ہے — سینہ جل بل کے داغ ہوتا ہے
گر نظر جا پڑے سوئے گلزار — داغ ہوتا ہے دل بیاد عذار
آگ دل میں لگائے آتش گل — سانپ کی طرح کاٹے ہے سنبل
پھول لگتے ہیں جیسے انگارے — گرز آتش نہال ہیں سارے
راہ تکتی ہیں آنکھیں نرگس کی — کیا کہوں آہ اور کس کس کی
نہیں تک دیدہ یہ پیارے — مژۂ اشک بار ہیں سارے
یہ درختوں کے پات ہلتے ہیں — یا بافسوس ہاتھ ملتے ہیں
ہر طرف آبشار روے ہے — سر پٹک ڈاڑھیں مار روے ہے
مدل آئینہ دیکھ کر کے حوض — عرق حیرت کھڑا ہے آب حوض
بلبلے اس میں آنکھ کھولے ہیں — کہ رخ آب پر پھپھولے ہیں
نہیں نرگس پہ یہ پڑی شبنم — چشم پر آب ہیں سبھی از غم
سیر پھولوں سے یہ نتیجہ ہے — یعنی عاشق کا آج تیجہ ہے
نہیں سبزہ چمن میں خوابیدہ — تیرہ بختاں پڑے ہیں غلطیدہ
گل سبھی کرتے ہیں گریباں چاک — اور ان پر نسیم ڈالے ہے خاک
سوچ میں غنچہ ہیں گرفتہ دل — باغباں آپ ہی کو کھڑے میں خجل
کیا بلا اب کے باغباں آئی — موسم گل ہی میں خزاں آئی
پر خزاں بھی نہ ایسی ہوتی تھی — رونق باغ یوں نہ کھوتی تھی
سخت عبرت کدہ یہ باغ ہوا — تختۂ گل سے داغ داغ ہوا
دیکھ کر یہ چمن کا آب و رنگ — اور خاطر گرفتہ ہو دل تنگ
غنچہ دیکھا جہاں چمن کے بیچ — جا رہے ہے دل اوس دہن کے بیچ
سرو پر جب نگاہ جاتی ہے — یاد میں قد کے آہ آتی ہے

کیا کہوں باغ کا جو عالم ہے	ہر شجر یہاں تو نخل ماتم ہے
صرف اس باغ پر ہی اب کیا ہے	ساری ماتم سرائے دنیا ہے
جس طرف کو نگاہ کرتا ہوں	نعرہ بھرتا ہوں آہ کرتا ہوں
عشق تیرے کا دل کو داغ لگا	دیکھہ تو بھی سدا یہ داغ لگا
شورش حال میں جو پڑھتا ہوں	اپنے حضرت کے شعر پڑھتا ہوں

لہ مد ظلہ

بر رخ گل کجا نظر دارم	چشم بر گل رخ دگر دارم
درد سلطان بحر و بر گشتم
کہ لب خشک و چشم تر دارم
ہمچو طاوس اے تماشائی	ہمہ داغم ز دست پیدائی

لہ مد ظلہ

ہوس داغ سینہ خالی کرد	داغ از بس بروے یکدگر است
صبح روز فراق شام بود	اے شب وصل شام تو سحر است
چشم تر خوں دگر ز دل مطلب	کزلب خشک نیز خشک تر است
امن بے امن در طریقت عشق	بیخطر کیست آنکہ باخطر است
زخم تیغت اگر بسر برسید	تیغ رحمت بریدۂ جگر است
خبر این وآں ز بیخبریست	با خبر آں کسے کہ بیخبر است
گلشن نامرادیم بشگفت	یاس نخل امید را ثمر است
درد آزادی است و بے برگی
در تہ بار آنکہ بارور است

غزل لہ

گل و گلزار خوش نہیں آتا	باغ بے یار خوش نہیں آتا
کیا جفا کے سوا تجھے کچھہ اور	اے ستمگار خوش نہیں آتا
اے جنوں جیب میں تیرے ہاتھوں	ایک بھی تار خوش نہیں آتا
درد ہم کو یہ رات دن دل کا
نالۂ زار خوش نہیں آتا

ولہ

بے زبان ہے نبدہ زباں سوسن اس چمن میں کسے مجال سخن

ولہ

نہیں میرے نئیں کسی کا باک اب گریباں ہے ہاتھہ ہے اور چاک
ناخن و دست تیز و چالاک است سینہ و جیب چاک در چاک است
گلے کے کپڑے کاٹے کھاتے ہیں کیوں کے رکھوں نہیں یہ بھاتے ہیں
جی ہے کپڑے نہ اب بدلنے کو گھر سے باہر نہ دل نکلنے کو
کیا کہوں گھر میں ہوں جو کچھہ دل تنگ گھر تو گھر تن ہے جی کو قید فرنگ
جی کسو چیز کو نہیں لگتا بات گو خوب ہو نہیں لگتا
اور چیز اب تو کیا نہیں بھاتی زیست بھی اتنی خوش نہیں آتی

کیفیت دیدن چیز ہائے یادگار و حفیقت داشتن نشانیہائے دلدار و صورت دیگر باد آوری بہائے آں نگار

نظر آتی ہے جب تری کچھہ چیز کیا کہوں کیسی ہوتی ہے وو عزیز
رو برو سو طرح سے دھرتا ہوں نالہ کرتا ہوں آہ بھرتا ہوں
ہر گھڑی احتیاط ہوتی ہے دل نہ کیا کیا نشاط ہوتی ہے
آنسووں میں کبھو کروں ہوں تر بھینچتا ہوں کبھو اوسے در بر
دیکھہ کر اوس کو شاد ہوتا ہوں گاہ ہنستا ہوں گاہ روتا ہوں
گر لگے ہاتھہ کوی تیری بست پھر تو جاتا رہے ہے دل از دست
کچھہ نشانی تری جو پاتا ہوں غیر سے کیا ہی کیا چھپاتا ہوں
نظر آوے کہیں جو تیرا بال جی نہ ہوتا ہے اور ہی جنجال
دل الجھتا ہے پیچ و تاب کے بیچ جا پھنسے ہے عجب عذاب کے بیچ
دیکھہ لوں گر کہیں تری پوشاک جامۂ تن کروں جلا کے خاک
کچھہ نشانی جو پاس ہوتی ہے اور میرے حواس کھوتی ہے
یادگاری وو خاک کرتی ہے مار مجکو ہلاک کرتی ہے
کبھو کہتا ہوں ہے یہ بات زبوں اس کا رکھنا برا ہوا ہے سکون

پر اوسے دور کر نہیں سکتا
مارے خطرے کے دھر نہیں سکتا

جی میں ہے جاؤں گر کبھو تجھکو
سب دکھا کر وو پھیر دوں تجھکو

پر بلا ہے کہیں نکال سکوں
نہ چھپا کر ہی اوس کو ٹال سکوں

کیا کہوں ہاں کی باولیں باتیں
یوں ہی دن کٹتے ہیں یوں ہی راتیں

آدمی گر ذرا نظر آیا
تو تو پھر حرف جان پر آیا

کسو تقریب وو ادھر آوے
پر جہاں دور سے نظر آوے

دوڑ پڑتا ہوں اس کے لانے کو
راضی کرتا ہوں پھر بھی آنے کو

پر کہاں اب تو جانے دیتا ہوں
گرد اس کے ہو گھیر لیتا ہوں

تیری خاطر سے وہ بنے محبوب
شکل مکروہ بھی لگے مرغوب

ہر گھڑی عذر ہے خوش آمد ہے
اور حسن سلوک بے حد ہے

ہوتی ہیں منتیں مداراتیں
سوچتی جاتی ہیں کیا ہی کیا باتیں

پھر سررشتہ یہ چھوٹتا ہی نہیں
تار باتوں کا ٹوٹتا ہی نہیں

یہی چاہوں اگر ہزار سنوں
کہے پھر پھر میں بار بار سنوں

شب کے آخر وو تنگ آتا ہے
جتنا بہلاوں اُٹھے جاتا ہے

سو ضرورت مجھے بلاوے ہے
لاکھ طرحوں کے ڈر دکھاوے ہے

ساری بیہودگیاں اٹھاتا ہوں
دامن اوس کا پکڑ بٹھاتا ہوں

لیکن اس پر مرا تو آگے ہے
دیکھا اپنا چھڑا کے بھاگے ہے

اور ہمارے کبھو پس از مدت
بر سبیل تعجب و ندرت

گر کوئی تیرا بھیجا آتا ہے
خوشی سے تو تو جی ہی جاتا ہے

اس پہ لایا جو کچھ پیام و سلام
ہو چکا پھر تو جیو کا کام تمام

بھیجی تو نے اگر کبھو کچھ چیز
پھر تو جاتی رہے ہے عقل و تمیز

مثل بادیدہ سینت رکھتا ہوں
ہر گھڑی ذرہ ذرہ چکھتا ہوں

کیا ہی لگتی ہے جان و دل کو لذیذ
باندھے پھرتا ہوں جس طرح تعویذ

گر نہیں ہے وو چیز کھانے کی
ہے کسو کام میں لگانے کی

اوس کو سو سو طرح بچھاتا ہوں
دھوم چاروں طرف مچاتا ہوں

ہاتھ اتیر کے جوں لگے تیتر
باندھے ہے باہر اوسے کہ اب بہتر

مارے شادی کے پھول جاتا ہوں
سب ترے جور بھول جاتا ہوں

کتنے روروں رهے هے مشغولا | بارے رهتا هے کچهه بو عم بهولا
کیا بر ان باتوں سے تو هوںا هے | پهر وهی جهیکنا هے روںا هے
ماریں هیں بلکه اور یه باتیں | عائدانه کی سب مدارا تیں

غزل

تیرے هاتهوں سے میں هلاک هوا | مدت هی ممت جل کے خاک هوا
لے چکے دل تو قصد جاں هے مگر | پهر شروع اب جو یه تپاک هوا
لگی رکهی نه تو بیں میری ساتهه | تیرے نزدیک قضیه پاک هوا
حال سن کر تو مہرباں بهوا | بلکه برهم هو خشمناک هوا

جوب اب تو جنوں کے هاتهوں انر
سینه و جیب چاک چاک هوا

لیک با ایں همه جنون و خبط | سخت کرتا هوں احتیاط و ضبط
کیجئے اس سے هی تک ایک قیاس | کس قدر هے ترا لحاظ و پاس
آدمی جو که هیں تیرے گهر کے | یا که باشنده هیں وو اودهر کے
یا کسو طور کے هیں واسطه دار | کچهه ترے ساتهه رکهتے هیں سروکار
پاس اون کا هزار کرتا هوں | دلدهی بے شمار کرتا هوں
جب ملاقات اون کی هوتی هے | سو مدارات اون کی هوتی هے
آپ منت بجان اوٹهاتا هوں | بر سرو چشم اوبهیں بیٹهاتا هوں

بیان اشتیاق دیدار و تمنائے صحبت یار و نیاری و مہمانداری آں نگار و ماجرائے حال مشتاق زار

خیر قصے سب اور جانے دے | بات مطلب کی اب سنانے دے
تو ملا کر کوئی ملے نه ملے | سب یه تیرے نه ملنے کے هیں گلے
مہربا سی ادهر کو کیجئے گا | نقد جاں پیشکش هے لیجئے گا
دیدهٔ منتظر هیں فرش راه | پیشوا بهیجے هیں میں ناله و آه
پاس اپنے هے کیا جو دیویں تجهے | عوض جاں مگر که لیویں تجهے
گوهر اشک هیں نثار کریں | لخت دل کے عقیق آگے دهریں
اشک الماس هیں که موتی هیں | اپنے هاں یه هی چیزیں هوتی هیں

دانۂ اسک آب و دانا ھے — یے ھی پیدا ھے یے ھی کھانا ھے
لور بادام دل کی فاشیں ھیں — دیدۂ تر گلاب داشیں ھدں
بوئے انس و موانست حوشبو — حس سے انساں کی تر دماغی ھو
ھیں گے بوس و کنار پان اور ھار — دست برد وصال گندوں کی مار
دل بریاں و جاں سپاری ھے — یہی مجلس کے بن: سپاری ھے
جھل چرجا بیا مجانا ھے — نالۂ عاشقاں نرانا ھے
کاسۂ جسم جل ترنگ ھے بہاں — آہ و نالہ رباب و جنگ ھے یہاں
سعلۂ شوق شمع محفل ھے — مدقل بزم گرمیء دل ھے
کیا کہوں اور گھر کی تیاری — آب پاشی ھے گریہ و زاری
بھریں جاری ھیں آنساریں ھیں — اسک کے دولت اب بہاریں ھیں
دیکھہ کیا کیا یہ شعر فرماے — بعص مطلب نہ مجکو یاد آے

مں ظلہ

ھمچو فوارہ آبرو داریم — سیم و زر بہست در حزانۂ ما
آسماں گشتہ سائداں ایں جا — بس بلند است سقف خانۂ ما

غزل

نقد جاے رر حزانۂ ما است — طبع روشن چراغ خانۂ ما است
بلبل بوستان دوستیم — گوسہ خاطر آشیانۂ ما است
عیر زلف و رخ تو نہ بسازد — سب و روزے کہ در زمانۂ ما است
نغمہ سنج مقام عشاقیم — نالۂ ما ھمہ ترانۂ ما است
بسکہ غواص بحر توحیدیم — در یکتا دل یگانۂ ما است
از در ما تو آمدی شاید — کہ سر ما بر آستانۂ ما است
ھر زماں حواب عفلت افزاید — زندگانیء ما فسانۂ ما است
ھمچو تسبیح رسنۂ تقدیر — جامع رزق دانہ دانۂ ما است

او بہر صورت است پردہ کشا
دیش ما درد ایں بہانۂ ما است

* قہوہ

آہ اپنی ہی ساری عظمت ہے — ورنہ ہر جا خدا کی قدرت ہے
چہرہ افروز ہے ظہور حق — منبسط ہر طرف ہے نور حق
گل رخوں میں بہار اوس کی ہے — سب دہمن میرے یار اوس کی ہے
خوبروؤں میں اوس کی ہے خوبی — ورنہ داے کہاں سے محبوبی
عشق میں ہے اوسی کا جوش وخروش — حسن میں ہے وہی دو جلوہ فروش
جلوہ ساری سب اوس جمال کی ہے — عشق باری سب اوس کمال کی ہے
جلوہ گہ ہے اوسی کی جلوہ گری — عشوہ بردار ہے وہی تو پری
سب یہ نقش ونگار ہے اوس کا — عالم آئینہ دار ہے اوس کا
جوکہ ہے اوس کا ظل ہستی ہے — اوس کے سایہ میں خلق بستی ہے
اوس سے معمور آسمان وزمیں — اوس سے پر نور آسمان و زمیں
جسم* وجان میں ظہور اوس کا ہے — روشنی نقش نور اوس کا ہے
شمع پروانہ و گل و بلبل — اور جگ میں ہرایک جز و کل
سب اوسی سے نمود میں آئے — دعوی ہست و بود میں آئے
جلوہ برداری خدائی ہے — ہر کسو میں وو آسمائی ہے
اوسی جلوے نیں سب کو بھرمایا — آہ کیا خوب راست فرمایا

غزل لہ مد ظلہ

رنگ ہستی بہار جان وتن است — حسن آرائے باغ ما ومن است
گل اگر پردہ منفرد ز حسن — غنچہ ہم راز گوئے آن دہن است
معنی حرف کن اگر فہمی — ہستی جملہ خلق یک سخن است
چوں سحر غافل از خودی ورنہ — جامۂ ہستیت ہماں کفن است
یوسفے در نظر نمی آید — ہمہ را نور جسم پیرہن است
سوئے انسان بچشم عبرت بیں — مردوزن نیست آنکہ مردوزن است
گل و گلزار دام اوہام است — ہر کجا بنگرند دلی چمن است
کار من نازک است از فرہاد — جانکندیہا نہ کار کوہکن است
دل جو یکسو شود خلوت — جمع جملہ حواس انجمن است

* (ن) چشم

از حدوث و قدم مپرس این جا — نو سخن نیز عادت کہن است

صوفیان در وطن سفر بکنند
درد اندر سفر مرا وطن است

سحر کیا ہیں یہ اور عالم ہے — ان کی فہمید کا کوئی کم ہے
کون سمجھے ہے اس کلام کی بات — کیجے آدس کے ہی مقام کی بات
یار با آشنا ستمگر کی — ذمت باجی شناس کافر کی
بیوفا دلربائے ناانصاف — عادت ہر فریب وعدہ خلاف
جسکے آنے کا لگ رہا ہے خیال — روز در بیس ہے بہی جنجال
گر ابھی وہ دو چار ہوجاوے — پھر سر نو بہار ہوجاوے
کوچ کرجائے رحمت بادہ خزاں — ہوئے سرسبز گلشن دل و جاں
ابھی وہ گلبدن جو مل جاوے — غنچۂ دل خوشی سے کھل جاوے
جب وو رشک بہار آتا ہے — پھر باغ و بہار آتا ہے

غزل

ہر کہ آں گلعذار می آید — ہمہ باغ و بہار می آید
رفتنی و ادں طرف سی آئی — یاد تو بار بار می آید
ہر کہ آں شوخ میرود از چشم — گریہ بے اختیار می آید
شور دل را چہ آفتی رو داد — نالہ زار و نزار می آید
اے دل ہرزہ غیر بیکاری — از تو ہم ہیچ کار می آید
دلم از دست رفتہ است و ہنوز — نالہ دل فگار می آید
میکنی حلف وعدہ ہا و دگر — گفتہ اب اعتبار می آید
آمدن اختیار نیست مرا — ہمگی انتظار می آید
معرسم فال نیک و می گویم — مژدہ ایداں دد بار می آید

یار یکبار ہم قیامت انر
شودت یار یار می آید

نہیں کچھ دور حق کی قدرت سے — پاس بیٹھے کبھو تو فرصت سے
حال میرا میری زبانی سنے — تو کسو رات یہ کہانی سنے

کھولوں قصے تمام مدت کے | ھجر کے سارے تعب و شدت کے
کتنے روز ون تلک بیان کروں | ست شروع اور داستان کروں
پچھلے دفتر ھزارھا کھولوں | خوب دل کھول کر ھنسوں بولوں
روز دھراؤں گذری باتوں کو | تجکو پھر پھر جگاؤں راتوں کو
کبھو رو رو کروں بیان حال | کبھو ھنس ھنس کے سب کہوں احوال
چند مدت رھے یہی مذکور | بدلے ھر غم کے ھو خوشی و سرور
کہوں جو جو کہ یاد آوے مجھے | پر خدا اس طرف کو لاوے تجھے
اسے حضرت کا شعر یاد آیا | کیا مرے حسب حال فرمایا

سنیدی گہے وسا تۂ ما
وائی بر حال بیکسا تۂ ما

کچھ خدا سے تو یہ نہیں ھے دور | تو سنے اور کہوں میں تیرے حضور
یار سنیو تک ایک میرا حال | زندگی تجھ بغیر ھوی ھے وبال
مجکو تیرا خیال رھتا ھے | سخت دل پر وبال رھتا ھے
روز و شب جس طرح گذرتی ھے | کیا کہوں کس طرح گذرتی ھے
بھوک دن کو نہ نیند رات کو ھے | بیٹھنے کو ھے دل نہ بات کو ھے
صبح سے شام تک نہ کچھ کہنا | ایک گوشے میں جا پڑے رھنا
رات جب ھوئی کہنے کو سونا | دل میں پر وھی جھینکنا رونا
دل کو یوں پیچ و تاب رھتا ھے | آگ پر جوں کباب رھتا ھے
دوستی جب کہ ساتھ ھوتی ھے | یہ طرح اس کی آنچ ھوتی ھے
سینہ و دل جلا ھی جاتا ھے | ھاتھ سے جی چلا ھی جاتا ھے
میرے صاحب کی یہ غزل ھے گی | دیکھنا کیا ھی بے بدل ھے گی

غزل لہ مدظلہ

آتش عشق جی جلاتی ھے | یہ بلا جان ھی پر آتی ھے
تو ھے اور سیر باغ ھے ھر وقت | داغ ھیں اور میری چھاتی ھے
شام بھی ھوچکی کہیں اب تو | آشتابی کہ رات جاتی ھے
کچھ مناسب نہیں ھے کیا کہئے | جی میں جو جو کچھ اپنے آتی ھے

تنگ حجر لے کہ ہر گھڑی ہمکو   اب جدائی بہت ستاتی ہے

درد اس کو بھی دید کرلیجے
تو جوانی یہ مفت جاتی ہے

جاچکے دن نشاط کے جو تھے   زندگی کی بساط کے جو تھے

عمر بھر جو کبھو نہ دیکھا تھا   دل میں اس کا نہ کچھ دریکھا تھا

کبھو گذرے نہ تھا گمان کے بیچ   کچھ نہ تھا وھم وفہم دھیان کے بیچ

دیری دولت، وو مصحف نہ بیٹھے ہے   یہ مصیبت اٹھائیے تا کے

روز و شب خون دل ھی پیتا ھوں   ٹھہراوس پر یہ ہے کہ جیتاھوں

اس قدر اب تو کھٹ گیا ہے دل   سب طرف سے ھی چھٹ گیاھے دل

نرھا لطف زندگانی کا   کچھ نہ پایا مزا جوانی کا

غزل

صرف غم گشت تو جوانیء ما   ننگ مرگ است زندگانیء ما

تو کجا و رقیب تیرہ کجا   دشمن ما است زندگانیء ما

سختی دل تراست گرچه فزون   کم ازاں نیست سخت جانیء ما

بلبل ازدست گلرخاں فریاد   یک دو نالہ هم از زبانیء ما

نکنی بار قصد جان کسے   دادهٔ داد جانفشانیء ما

نشود وا دل ملول اثر   رفت هنگام شادمانیء ما

ناله از سینه تالب نرسید
اینقدر هست ناتوانیء ما

غزل

صرف غم هم ہیں تو جوانی کی   واہ کیا خوب زندگانی کی

اپنی بیتی اگر میں تجھ سے کہوں   بات بگڑے نہ اس کہانی کی

تیرے داغوں کی اے غم الفت   خوب هم نے بھی باغبانی کی

جوں نگہ دل گیا ہے آنکھوں کی راہ   گرچہ هم نے نگاهبانی کی

کس کے هاں تم کرم نہیں کرتے   کبھو ایدھر نہ مہربانی کی

اپنے نزدیک درد دل میں کہا   تیرے نزدیک قصہ خوانی کی

هرزہ‌گوئی سے مشکوری ہے بحساب — ہے گی مذمت یہ بے زبانی کی
نہیں طاقت کہ دم نکال سکوں — اب یہ نوبت ہے ناتوانی کی

اثر اس حال در بھی جینا ہے
کیا کہوں اس کی سخت جانی کی

بیان حالات هجر و وصال بطریق اجمال و دعاے خیر در هر حال

آہ وہ بھی تو ایک موسم تھا — نہ ہمیں فکر تھا، نہ کچھ غم تھا
روز و شب بیخبر گذرتے تھے — نہ کبھو کوئی فکر کرتے تھے
جانتے بھی نہ تھے جدائے فلک — مانگے بھی نہ تھے دعائے فلک
کہ یہ موذی بڑی ملامت ہے — یہ جو اُلٹا تو پھر قیامت ہے
ایسے طالع الٹ ہی جاویں گے — رات دن یوں دلت ہی جاویں گے
گرم و سرد زمانہ دیکھا نہ تھا — کچھ بسو خیر کا پرکھا نہ تھا
رات دن بسکہ وصل باھم تھا — عمر ساری خوشی کا ایک دم تھا
کب تھی بوس و کنار سے فرصت — اور دیدار یار سے فرصت
جانتے بھی نہ تھے کہ غم کیا ہے — بیوفائی جفا ستم کیا ہے
دن برائی کے کیسے ہوتے ہیں — دکھ جدائی کے کیسے ہوتے ہیں
بیوفائی بھی یار کرتا ہے — کچھ برائی بھی یار کرتا ہے
هجر کی راتیں کیسی ہوتی ہیں — روز بد باتیں کیسی ہوتی ہیں
کیسی ہوتی ہے دن کی بیداری — کیسی ہوتی ہے شب کی بیخوابی
کس طرح انتظار مارے ہے — کس طرح اضطرار مارے ہے
کس طرح دل کا چین جاتا ہے — کیونکہ رونا چلا ہی آتا ہے
کس طرح دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں — لہو کے آنسوؤں بھی روتے ہیں
کس طرح دل اُداس رہتا ہے — کیوں کے جی بیحواس رہتا ہے
کس طرح انتظار ہوتا ہے — کیوں کے دل بیقرار ہوتا ہے
کس طرح جی چلا ہی جاتا ہے — کس طرح دل جلا ہی جاتا ہے

---

* (ن) تھے

کس طرح سینہ چاک ہوتا ہے — کیوں کے دل جل کے خاک ہوتا ہے

ہجر میں کوئی کیونکہ رووے ہے — کچھ جدائی بھی چیز ہووے ہے

باب ساری یہ تیری دولت تھی — کہ شب و روز تجھسے صحبت تھی

تو میسر تھا ہر گھڑی ہردم — صحبتیں کس طرح کی تھیں باہم

یاد آتی ہیں تیری سب باتیں — کیا ہوئے دن وو کیا ہوئیں راتیں

ہیں تیری مہربانیاں مجھ پر — کی ہیں کیا حکمرانیاں مجھ پر

مجھسے بے قدر کی قدر دانی — جو کہیں جو جو کی میں نے سب مانی

یہ وفا داریاں کسو میں ہیں — ایسے غم خواریاں کسو میں ہیں

آشنائی کے معنی بے ہیں گے — نا وفائی کے معنی یے ہیں گے

واں دن تجھ پہ کس طرح نہ مروں — تجھ پہ کیوں کر نہ جان صدقے کروں

تو سلامت رہے سدا پیارے — تجھسے ہی زندگانی ہے پیارے

کیا دعا دوں تجھے کہ کیا کیا ہو — دوست تیرے ہوں تو ہو دنیا ہو

یاد دہانیدن عہد و پیماں وآں دوست دلستاں و یاد آمدن بعض حرکات و سکنات آں سراپا ادا و ناز و کشف دیگر نہفتہ راز و نیاز

یاد ہیں جو کئے تھے قول و قرار — قسمیں کیا کھائیں تھیں ہزاروں بار

عہد و پیماں ہوئے تھے آپس میں — دوستی کی ہوئی تھیں سب رسمیں

کہنا تیرا وو عہد کر باہم — تو نباہے گا' دیکھیں گے' یا ہم

کس قدر ارتباط کرتے تھے — گرمی و اختلاط کرتے تھے

ایک دم بھی جدا نہ ہوتے تھے — ساتھ کھاتے تھے ساتھ سوتے تھے

غیر کو واں کہاں گذارا تھا — اور کا ہونا کب گوارا تھا

ہر گھڑی کیسی کیسی قسمیں تھیں — دوستی کی ہزار رسمیں تھیں

عاشق اپنے تئیں گناتے تھے — باتیں الفت کی جد سناتے تھے

کبھو روکر تو سچ جتاتا تھا — کبھو ہنس کر غلط بتاتا تھا

کبھو کہتا جوانا مرگ مروں
جیتے جی اپنے گر مدن تجھسے پھروں

اپنے ایمان کی قسم کھاتا
یا میری جان کی قسم کھاتا

کبھو شاہد خدا کو کرتا تھا
سر پہ میرے تو ہاتھ دھرتا تھا

اور سوا اسکے کبھو دکھاتا تھا
ایسا جلوا کبھو کھلاتا تھا

کبھو کہتا مزا ہی پہوے لہو
نہ بتاوے مجھے اگر سچ تو

مجھکو دراہو تو پیار کرتا ہے
میں تو جی دوں ہوں تو ہی مرتا ہے

یہی مجھسے تو زور لڑتا تھا
اور ہر دم یہی جھگڑتا تھا

ہے محبت تری زیادہ مجھے
میری الفت نہیں ہے اتنی تجھے

تھا ہمیشہ یہی گمان نہ
اپنی رکھنا میری پرکھنا سند

جیر بس اپنی جاہ کے آگو
اور اپنی نباہ کے آگو

جانتا ہی نہ تھا تو چاہ مری
مانتا ہی نہ تھا نباہ مری

کر کسو کی کسو سے چاہ سنی
یاد راسی بھی کچھ نباہ سنی

بہت کر اوس کو مجھسے دھراتا
کہتا پھر کیا ہے تجھسے دھراتا

دیکھ پریوں بھی چاہ کرتے ہیں
ویسے نہ سے نباہ کرتے ہیں

اپنی قسمت ہی کچھ نرالی ہے
دوستی یہ جو دل میں پالی ہے

اس میں تجکو ذرا اثر نکیا
تیرے پیچھے میں اپنا جان دیا

دوستی کرنے کا مزا ہے یہی
دل تجھے دینے کی سزا ہے یہی

مجکو الفت جتا نہیں آتی
دل کی حالت بتا نہیں آتی

میری الفت یہ تیرے بھاویں نہیں
دوستی تیری میرے بھاویں نہیں

خیر باتیں جو تھیں سو تھیں پیارے
کہوں قصے کہاں تلک سارے

ایسی باتیں ہزار ہوتی تھیں
کیا کہوں بیشمار ہوتی تھیں

یاد مجکو تو ہیں وہ باتیں سب
یاد تجکو بھی کچھ رہی ہیں اب

بات تیرے سوا خوش آتی نہیں
اور کچھ بات دل کو بھاتی نہیں

پھر پھر اب تیری باتیں یاد کروں
باتوں ہی باتوں دل کو شاد کروں

کیا کہوں تیری باتیں لاکھوں اب
جی میں تو نقش ہو رہی ہیں سب

خوبیاں تیری جی میں بیٹھ گئیں
سو رچا سی یہ دل میں بیٹھ گئیں

دل میں میرے بھرا خزانہ ہے
حسن کا بے ٹھورے ٹھکانا ہے

اب تو سن اور میں بیاں کروں — پھر شروع اور داستاں کروں

تیری وہ خوبیء ادا و بار — تیری وہ خوش ادائی و انداز

ہائے رے تیری گرمیاں وے وے — سردمیاں اور نرمیاں وے وے

کبھو سوچی میں آکے گرمانا — کبھو عزت سے تن کے سرمانا

کھل کے باتوں میں یوہ نکل چلنا — اٹھلے گھلے دماغ سے ہلنا

وہ ترا ہنستے ہنستے رک جانا — منہ کو ہاتھوں سے ڈھانپ دھک جانا

یاد ہے گھورنا وہ تیوری چڑھا — دیکھ کر جانا پھر وہ نظریں ملا

وہ رسیلے گھلے ملے تیور — آشنا وے ملے جلے تیور

مسکرا کر وہ منہ پھرا لینا — پیس کر دانت پھر دہرا لینا

کھل کے باتوں میں تیرا گرمانا — رک کے پھر آپ ہی آپ شرمانا

دوستی دوستی میں لڑ پڑنا — سیدھی باتوں کے بیچ اڑ پڑنا

ہاتھ رکھنا وہ گال پر تیرا — پیار کرنا وہ چال پر تیرا

وہ تیرا بال کھول سلجھانا — موسو دل انہوں میں الجھانا

بات کہنی وہ نوک ٹوک تری — چلی جاتی وہ نوک چوک تری

ٹوکنا یاروں سے سنبھل بیٹھو — کیوں کے بیٹھے ہو اپنے بھل بیٹھو

وہ تری چھیڑ یاریاں ہردم — وہ ترے نتھنے پھڑکنا کم کم

وہ ترا بے حجاب مل جانا — وہ تیرا آپ ہی آپ شرمانا

بات کہتے خفیف ہو جانا — پھر بگڑ کر حریف ہو جانا

وہ تیری چنچلائیاں ہردم — وہ تیری اچپلائیاں ہردم

ملنے جلنے میں مفت لڑ پڑنا — بات ناحق اُلٹ کے اڑ پڑنا

بات نظروں سے ڈال کی پا جانا — بات کرتے کو سر ہلا جانا

ہنس کے کہنا ترا مجھے پیارے — مرد اپنی غرض کے ہیں سارے

نکلے جانا تڑپ کے ہاتھ سے دور — پھر جانا کبھو وہ حور کے تور

بات ٹھہرا کے پھر مچل * جانا — عین اس وقت پر مچل جانا

بار آنا نہ زور کرنے سے — چپکے رہنا نہ شور کرنے سے

پہلے شیخی سے آ ورے ہونا — بھاگ کر پھر وہیں پرے ہونا

سب دہے پر تو وعدے کر جانا — لیک وقت آئے پر مکر جانا

وقت کے وقت وہ تڑپے جانا
دشمنوں کا ترے مرے جانا

وہ مرا دونوں ہاتھ کرکے اوٹ
میری رانوں پہ رکھہ بچانا چوٹ

دامن ایدھر اُدھر سے لے آنا
ڈھانپتے ڈھانپتے میں کھل جانا

سنیو تک شعر میرے حسرت نے
کیا مطابق ہیں رنگ صحبت کے

غزل لہ مدظلہ

ہر گھڑی ڈھانپنا چھپانا ہے
اور عرض رو برو دکھانا ہے

وصل سے بھی تو سیری ہوتی نہیں
کہیں اس ڈب کا ٹھکانا ہے

دل لگا وہ کہ پیا گلے ہی لگو
داؤ ہی لگ گئے جو لگانا ہے

ترچھی نظروں ہی دیکھنا ہردم
یہی ایک بانکپن کا بانا ہے

یہی اپنے بھی گوں کی باتیں ہیں
آہی جانا جدھر کو آنا ہے

واہ رے یہ زبان کی تیری
ہر طرف کچھ نہ کچھ سنانا ہے

دیکھیو کیجئیو نہ بیدردی
درد کو بھی تو منہ دکھانا ہے

پھر تری وہی باتیں یاد دلاوں
بات میں بات اور کچھ نہ ملاوں

ہتھا پائی سے ہانپتے جانا
کھلنے جانے میں ڈھانپتے جانا

ہاتھ پاؤں کرخت کرلینا
پھر کبھو جی کو سخت کرلینا

وہ سراپا عرق عرق ہونا
اور بے اختیار ہو رونا

سانس اوپر کو پھر اُچھل جانا
بے طرح تلملا کے ہل جانا

وہ ترا روٹھ کر نہ کرنا بات
چھاتی پر مسکرا کے مارنا لات

دمبدم وہ ترا تھکے جانا
سہج کی بات میں جھکے جانا

پھیرنا وہ اِدھر اُدھر منہ کو
مسکرا دینا دیکھ کر منہ کو

وہ ترا منہ سے منہ بھڑا دینا
وہ ترا جیب کا لڑا دینا

وہ ترا پیار سے لپٹ جانا
اور دل کھول کے چمٹ جانا

وہیں گھبرا کے پھر جدا ہونا
ملتے جلتے میں رک خفا ہونا

وہ تیرا ریجھ کا بچا جانا
لطف کے اپنی گوں بچا جانا

کبھے دینا وہ تیوری چتون کا | کہ سرا ہے گھاؤ دشمن کا
وہ ٹھنکنا دماعداری سے | پھر نہ تکنا وہ آہ و زاری سے
ہولے ہولے دکانے لگنا | ڈھیلے ہاتھوں سے مارنے لگنا
منہ سے کچھ کچھ برے بکے جانا | چھوٹ جانے کے گوں تکے جانا
جھک کے کہنا خدا کے واسطے چھوڑ | یہ بدآئی ہے اب مجھے نہ چھیڑ چھوڑ
منتیں سب تمام کرلینا | پاؤں پڑنا سلام کرلینا
ڈر کے مارے وہ کانپنے لگنا | منہ کو ہاتھوں سے ڈھانپنے لگنا
وہ برا واشگاف ہو جانا | پھر وہ لڑ بھڑ کے صاف ہو جانا
یار دیکھو سنوار ہے سو یہی | لڑتے بھڑتے میں پیار ہے سو یہی
یاد ہے اب بھی وہ بھلی صورت | خوب لگتی ملی دلی صورت
وہ ترا ڈھیلے چھوڑنا بے بس | وہ نہ اس سمت ہو کے کہنا بس

ذکر بعض باتہاے حرف و حکایات راز و نیاز
زبانی معشوقۂ خوش انداز سراپا ناز

کچھ تیرے دھیان میں وہ راتیں ہیں | یاد تجھ کو بھی اگلی باتیں ہیں
ناک میں بولنا وہ ماندے ہو | وہ غنیدی سے کہنا دیکھو تو
بات باقی رہی نہیں اب تو | رات باقی رہی نہیں اب تو
کہیں تیری یہ بات بگڑیگی | یا یونہیں ساری رات بگڑیگی
مجھ میں باقی کچھ اب تو تاب نہیں | صبح بھی ہو چکی ہے رات نہیں
کہیں اب تو خدا سے ڈر بس چھوڑ | ہاتھ اس سختی سے مرے مت موڑ
چوڑیاں دیکھ میری ٹوٹیں ہیں | اور گہنے تمام ٹوٹیں ہیں
اب یہ آفت کہاں کی ٹوٹ پڑی | سر سے پاؤں تلک جو لوٹ پڑی
دیکھ اب آگے مار بیٹھوں گی | یا کسو کو پکار بیٹھوں گی
آدمی کی جو رینج نکلے گی | منہ سے کیونکر نہ چیخ نکلے گی
تیری خاطر سے بات کرتی ہوں | جان سے اپنے ورنہ مرتی ہوں
نہیں معلوم تو ہے کون بلا | یاد رکھنا یہ اپنی بات بھلا
کبھو پھر بھی تو کام ہووے گا | دیکھیو کون ساتھ سووے گا

واہ کیا خوب محرم تس ہے — جان کا میری تو تو دشمن ہے
جی مرا دشمنی سے چھیڑ لیا — تو نہیں مجھسے کہاں کا مکر لیا
تیرے ملنے کی بس سزا ہے یہی — دوستی کرنے کا مرا ہے یہی
مرد کی ذات بیوفا ہے گی — ان کے ملنے میں سب دغا ہے گی
دیکھیں جینا کسو کا یے مرنا — ان کو اپنی ہنسی خوشی کرنا
تیرے پاؤں پڑوں ہوں جانے دے — تک میرے دم میں دم تو آنے دے
ہائے اللہ اب تو جان چلی — نہیں لگتی ہے کوئی بات بھلی

اختصار تھوڑی سخناں کیفیت صحبت نازنین محجوب
و عذر تقصیر گستاخیہائے عالم خواب و خیال
از محبوب

قصہ کوتاہ تیری باتیں سب — کبھی جاتی ہیں کوئی مجھسے اب
گو میں دھرائی تیری کچھہ کچھہ بات — کبھی جاتی ہیں کوئی وہ حرکات
کس طرح وے ادا و ناز کہوں — اور کیا کیا بہتہ راز کہوں
بات منہ کی تیری تجھی سے بنے — لیک کہنا تجھے مجھی سے بنے
اپنی باتیں تو آپ جانے ہے — دل برا اس کو خوب مانے ہے
جھوٹ اسمیں جو ہو بتا دیکھو — گر کہا ہو غلط جتا دیکھو
پھر ترے منہ سے تجکو سنواوں — اب اکیلے اگر تجھے پاؤں
افترا ہے نہ تجھ پہ ہے بہتان — ہو چکی بات کا برا مت مان
دیکھہ تو اب کہاں وو باتیں ہیں — گئیں گذریں کدھر وو راتیں ہیں
دیکھہ دنیا تمام خواب سی ہے — جلوہ گر وہم میں سراب سی ہے
خواب غفلت میں سو گیا تھا میں — سخت بیہوش ہو گیا تھا میں
وصل کا میں نیں خواب دیکھا تھا — سو نہیں آب و تاب دیکھا تھا
خواب تھا یا خیال میرا تھا — جھوٹ سچ احتمال میرا تھا
روز ہجر انیں آ جگایا ہے — خواب تھا وہ یہ اب سمجھایا ہے
وہ شب وصل خواب تھی کہ خیال — خوب اس کا کھلا نہیں احوال
باتیں کچھہ کچھہ جو اسکی یاد ہیں — تیرے آگو میں دوست جان کہیں

جی میں اپنے ذرا نما ہیو تو
خواب کی بات سچ بتا ہیو تو

رات دن دل میں جسکے جو کہ بسے
وہی سپنے کے بیچ آ کے دسے

بھسیو دل سے جو ہوئی تقصیر
کچھ بھلی سی ہی دیکھو تعبیر

ٹک ادھر آ مجھے جتا جانا
اس کی تعبیر کچھ بتا جانا

تیری باتیں جو یاد آتی ہیں
جی کو میرے لئے ہی جاتی ہیں

گذری باتوں کو اب تو چھیڑ نہیں
قصۃ العشق کو سیتو نہیں

تیری باتوں کو تو نہیں ہے تمام
آہ کیونکر کروں میں ختم کلام

شوق میں تیرے یہ بکایا ہے
منہ پہ جو جو کچھ اب یہ آیا ہے

خواب تھی یا کوئی کہانی تھی
بات کیا جانے کیا دوانی تھی

مجکو اسمیں معاف رکھیئے گا
جی کو ایدھر سے صاف رکھیئے گا

ظاہرا تونیں اتنا ہی سن کر
سخت بگڑا بہت ہی جل بھن کر

یوں کہے ہے تو آ جلال کے بیچ
مجکو حاضر سمجھ خیال کے بیچ

" مقولہ معشوقۂ سراپا حجاب بعتاب و خطاب "

یاد رکھنا بھلا تو مدرے حریف
جیسا تونیں کیاہے مجکو خفیف

خوب تونے مجھے خراب کیا
دل جلا کر مرا کباب کیا

شرم سے مجکو پانی پانی کیا
بیحیائی میں اپنا ثانی کیا

سر سے پاؤں تلک میں آب ہوئی
سب کی نظروں میں کیا خراب ہوئی

نہ رہی آبرو میری اب تو
ہوئی حاصل خوشی تیری اب تو

تو سہی بدلہ اس کا میں بھی لوں
تو بھی جانے کہ میں بھی کوئی ہوں

نہ رہوں پھر میں تیرے ساتھ کبھو
دیکھیو اب نہ آؤں ہاتھ کبھو

پھر تیرے ساتھ اب نہ بولوں میں
بات دل کی کبھو نہ کھولوں میں

میری باتوں کے طعنے دیتا ہے
مجکو جت تو یعنے دیتا ہے

یاد رکھنا یہ اپنی باتیں سب
مجھسے ملنا تو اسطرح پھر اب

ہے تیری موت بس یہی تھوڑی
آج سے میں وو بات سب چھوڑی

اب تو ہاں ہاں کبھو نہ بات کروں
تجسے صحبت نہ دن نہ رات کروں

بات آپس میں جو کہ ہوتی ہے
کیسی ہی اچھی گو کہ ہونی ہے

پر اوسے ذکر ہیچ لاتے نہیں — دوست دشمن کو وہ سناتے نہیں
نہ کہ پوشیدہ حرف راز و نہار — کہے یوں عالم آشکار آواز
اے پتے دکھائیے اوسکے — اور رگ ریشے چھائیے اوس کے
ایک تو آپ تھا جدائی خراب — کیا مجھکو ناشناسی خراب
میرے احوال کی یہ رسوائی — تو یوں کہہ کے سبھی کو سنوائی
سوق نامہ تیرا جلا دوں میں — پھاڑ کر خاک میں ملادوں میں
دل میرا جیسے ان یوں چاک کیا — جی جلا کر تمام خاک کیا
تن بدن سب پڑا دھکتا ہے — شعلہ سر تا بپا لپکتا ہے
سارے سینہ میں آگ بھڑکے ہے — کیا کہوں کیسی چھاتی دھڑکے ہے
میری جو بو کا تو یوں ڈر نہ کیا — اس طرح جو کیا مجھے رسوا
تجھکو میرا مزاج یاد نہیں — کل جو تھا یاد آج یاد نہیں
جو بہتر بھلا نہ یاد رہے — دل تیرا اس گھڑی تو شاد رہے
مت پر اس شادی کی نگاہ کرے — میری آئندہ پھر نچاہ کرے
یہ نہیں دم میں کر کڑا بے لگے — پاسوں پڑ پڑ مجھے ارا بے* لگے
جی پہ رکھوں سو وہی کر گذروں — آڑوں جس بات پر تو مر گذروں
یاد رکھ بس یہ سو کی ایک کہی — بات اب مجھکو تجھسے کچھ نرھی
سینہ جل بل کے سب ہوا ہے داغ — نہیں دل تک کا اب زیادہ دماغ
مجھکو باتیں بنا نہیں آتیں — ہر کسو کو سنا نہیں آتیں
جی میں آتی ہے سو طرح سے لہر — بس میرا صبر اور خدا کا قہر

مقولہ عاشق بیتاب در جواب معشوق بر عتاب وسخنان حریفانہ ظریفانہ

میرے کہنے کا کچھ برا مت مان — دوستی کو تو دشمنی مت جان
حیف تو بھی اگر برا مانے — میرا کہنا برائی سے جانے
نہیں کہتا ہوں کچھ برائی سے — بات نکلے ہے آشنائی سے
تو یوں اُلٹا اسے خیال کیا — کچھ برائی کا احتمال کیا

---

* منایے

واہ میں اور برائی تیری کہوں
آہ میں اور برائی تیری کہوں

خیر میں اور تجھے خراب کروں
یا جلا کر تجھے کباب کروں

واہ کیدھر تیرا گیا ہے خیال
تجھکو وو کہونگا ہے یہ میری مجال

میں جو کرتا ہوں صاف مدح صریح
تو سمجھتا ہے اوس کو ہجو ملیح

نیک ہوکر تو بد خیال کرے
الٹے برعکس احتمال کرے

میں تیرا ذکر خیر کرتا ہوں
یا کہ مذکور غیر کرتا ہوں

ہوں ثنا خواں تیری بھلائی کا
نہیں خواہاں میں کچھ برائی کا

ہے یہ مذکور بار محبوبی
سر بسر خوشنمائی و خوبی

کچھ برائی تیری نہیں اس میں
دیکھ تو ہیں یہ خوبیاں کس میں

نہ ہمیں عشوہ و ادا دارد
دلبری کار و بارہا دارد

ہیں جو کچھ خوبیاں خدائی کی
دلبری اور دلربائی کی

جمع تجھ میں ہوی ہیں آکر سب
پر میرے ساتھ بھی ملا کر اب

صرف صورت پہ دل نہیں میں دیا
تیری ان باتوں نیں ہے چھین لیا

اور تو سب طرح بھلا ہے تو
کیا کہوں میں غرض بلا ہے تو

ایک تجھ میں بھی برائی ہے
کہ گوارا تجھے جدائی ہے

ہلنگی ساری برائیاں اس کی
دیکھ تقصیر ہے بھلا کس کی

جب کہ تو میرے پاس رہتا تھا
کب کسو سے میں بات کہتا تھا

اب اکیلے میرا رکے ہے دم
حرف نکلے ہے منہ سے بیش و کم

ابدی مقدور تک نہیں کہتا
اور بھی دور تک نہیں کہتا

پھر دل بیقرار ہوتا ہے
سخت بے اختیار ہوتا ہے

مجھ میں تسکین و بردباری کہاں
صبر و تسکین و راز داری کہاں

دل میں میرے بھرا ہے جوش و خروش
رہنے دیتا نہیں مجھے خاموش

کچھ برائی سے میں نہیں کہتا
دل بے صبر چپ نہیں رہتا

ذکر تیرا ہزار طور کروں
یہ کہاں ہوش ہے جو غور کروں

حرف غیروں سے احتراز رہے
نکتہ چینوں سے خفیہ راز رہے

ہوں دوانا خراب سودائی
عقل و عیاری میں کہاں پائی

شوق میں پسکہ تیرے رہتا ہوں
جی میں جو آتی ہے سو کہتا ہوں

بات میں ہر طرح سے نامقدور
لا ملا نا مجھے تیرا مذکور

دمبدم ہر سخن میں تیرا نام
اب تو میرا ہوا ہے تکیہ کلام

پھر میں اپنی خوب جانتا ہوں
آپ ہو کر میں ڈوب جاتا ہوں

کر بہبود * آگے سر پٹکاؤں ہوں
بات تو پھیر کر سنبھالوں ہوں

لیک اب تو کہاں سنبھلتی ہے
منہ سے پھر پھر وہی نکلتی ہے

آتش عشق کیونکے ہو خس پوش
شمع سوزاں نہ رہ سکے خاموش

سوز دل نکلے ہے زباں سے مرے
حرف نکلو نہ اب بیاں سے مرے

چپ رہوں تو نہیں ہے ضبط سخن
گر کہوں تو کدھر ہے ربط سخن

مجھ سے کچھ بات بن نہیں آتی
بنتی تو ہاتھ سے تو کیوں جاتی

اب نہ جی ہی سکوں نہ مر ہی سکوں
رہ سکوں جب نہ بات کر ہی سکوں

اس نہ کرتے ہو میرے ساتھ نگار
کیا لگا ہے یہ تیرے ہاتھ نگار

سچ ہے تقصیر وار ہوں پیارے
لیک بے اختیار ہوں پیارے

نہ تحمل نہ صبر ہے نہ سکوں
ضبط چاہوں کروں تو کر نہ سکوں

میں کہاں اور کہاں شکیبائی
تیری تقلید کس کو بن آئی

تجھکو آسان ہے مجھے مشکل
نہ بری کیا کہوں تجھے مشکل

میں نے پایا کہاں نرا ضبط
مجھ میں ہے سر بسر جنون وخبط

حوصلہ تیرا سا کہاں پاؤں
سخت پتھر کہاں سے دل لاؤں

نہیں یہ بات تجھ پہ ہی موقوف
ہیں بتاں وصف سب زبان موصوف

کیا کہوں عورتوں کی مضبوطی
اور اُن کے دلوں کی ثابوتی

کیا خدا نے دیا ہے اُن کو ہوش
کوئی دیکھے نہ کرتے جوش و خروش

ہے بری اسمیں جویستن داری
وقت رغبت بھی رکھیں بیزاری

واردل دوست سے نہ کھولیں کبھو
آپ منہ پھوڑ کے نہ بولیں کبھو

گذرے شوق سے اگرچہ مریں
گھر سے باہر کبھو نہ پاؤں دھریں

کبھو مانگے کریہ نہ دوڑ پڑیں
بلکہ ہر ہر قدم پہ اور اڑیں

شوق اُن کا کبھو نہ ہو معلوم
ذوق اُن کا کبھو نہ ہو معلوم

---

* (ن) آپ خود

دوست سے دوستی چھپاتی رہیں ‏ اور الٹے اسے ستاتی رہیں

اپنے بس تک کسی سے ربط کریں ‏ جی کو تو تھامے ہوویں ضبط کریں

رغبت اپنی کبھو جتاویں نہیں ‏ الفت اپنی طرف بلاویں نہیں

گرچہ ملنے کو دل میں چاہا کریں ‏ ورنہ ملنے پہ عذر واہا کریں

چاہ اپنی کو یہ چھپاتی رہیں ‏ دشمن اسے نہیں بتاتی رہیں

دل میں ان کے نہیں ہے جوش و خروش ‏ نقش تصویر سی رہیں خاموش

جدا کے بیٹھی رہیں فراق کے بیچ ‏ پتلیاں جوں دھری رہیں ہوں طاق کے بیچ

گرچہ دل سے ہزار عاشق ہوں ‏ دوستی میں کسو کی صادق ہوں

دل و جان کو نثار کرتی ہوں ‏ ایسی باتیں ہزار کرتی ہوں

الفت ان کی دلی نہ ظاہر ہو ‏ نہ ہویدا ملال خاطر ہو

کہیں ظاہر نہ ہووے عشق ان کا ‏ حسن اُن کا نہ کھووے عشق ان کا

اور اپنے نہیں بتایا کریں ‏ جلوہ بردباریاں دکھایا کریں

گو مریں دل میں بے قراری سے ‏ کام رکھیں نہ آہ و زاری سے

نہ گریباں کبھو کریں ہیں چاک ‏ نہ کبھو اپنے سر پہ ڈالیں خاک

نہ کبھو یہ جگر خراش کریں ‏ نہ کبھو سر کو پاش پاش کریں

نہ انہیں انتظار مارے ہے ‏ نہ انہیں ہجر یار مارے ہے

ہجر میں بھی نہ ہوں خراب احوال ‏ دلکہ افروز ہو اُن کا حسن و جمال

ہر گھڑی سو طرح بناؤ کریں ‏ کیسی ہی مرتی ہوں سبھاؤ کریں

آپ مردوں کو لاکھوں باتیں کہیں ‏ ایک ان کی کبھی ولے نہ سہیں

جس کو چاہیں اسے ستایا کریں ‏ اور موذی اسے بتایا کریں

اپنے ہم مشربوں میں گر بولیں ‏ خیر اس کی برائیاں کھولیں

اپنی بیزاریاں دکھاتی رہیں ‏ اس کی بےصبریاں سناتی رہیں

الفت اس کی طرف بتایا کریں ‏ دوستی اپنی کو چھپایا کریں

کہ یہ عاشق کا نام لیویں ہیں ‏ گر کوئی لیوے گالی دیویں ہیں

جب کہیں ذکر آوے چپ جاویں ‏ جھوٹی قسمیں ہزار کھاویں

جو کریں ذکر اوس سے ہوں بیزار ‏ عوض اقرار کے کریں انکار

دوستی گرچہ ہو مکر جاویں ‏ سو طرح پوچھو تو نہ بتلاویں

دشمن اپنے تئیں بناتی رہیں
بات برعکس ہی جتاتی رہیں

یہ کبھو دوست کو نہ یاد کریں
خاطر اوس کے نہ یوں بھی شاد کریں

جتنا ان کے لئے ہو وہ بدحال
اوسقدر یہ نکالیں حسن و جمال

عائدانہ کبھو نہ ذکر کریں
نہ کبھو وصل کی ہی فکر کریں

اتفاقاً اگر نہ ندرت ہو
کہ کسو کو کسو سے الفت ہو

اور عورت سے وہ نباہ کرے
مرد کے ساتھہ جی سے چاہ کرے

آگے نہ پیچھے وو صاف رہتی ہو
بات دل کی درست کہتی ہو

ان کے نزدیک وہ نہیں ہے خوب
سب کی نظروں میں بلکہ ہو معیوب

جب ملیں اوس سے ننگ و عار کریں
اوس کو رسوا و ذلیل و خوار کریں

آپ اس راہ میں نہ پانو دھریں
اور الٹے اوسی کو نانو دھریں

طعن تشنیع بولی ٹھولی کریں
مسخرا جان کر ٹھٹھولی کریں

بولیاں سو طرح سے ماریں اوسے
جیلا بیہوس کہہ پکاریں اوسے

کہیں اوس سے نباہ مانگئے اب
نہیں رنڈی* یہ ہے خدا کا غضب

نام عورت کا خوار کرتی ہے
مرد کے پیچھے سو دیکھو مرتی ہے

الغرض بانٹس ان کی کیا کیا کہوں
خیر بہتر یہی ہے چپ ہی رہوں

نہیں لازم کہوں میں تیرے حضور
ڈرے رہنا ہے مجکو تجہسے ضرور

در کہیں مجہسے تو بگڑنے لگے
طرف اون کی پکڑ کے لڑنے لگے

دو کہنا سمجھے اس حکایت کو
کہیں اوتھے نہ تو حمایت کو

پھر مقدر تو خیر خواہ سے ہو
بدتر بدتر کہیں گناہ سے ہو

قصہ کوتاہ ہیں یہ سنگدلاں
دشمن عقل و ہوش آفت جاں

ان کے ہاتھوں کوئی نہ چھوٹ سکے
کچھ کریں دل نہ ان سے ٹوٹ سکے

جو یہ چاہیں انہیں دیا کیجے
لطف جب جائیے لیا کیجے

حوصلہ سے زیادہ بانٹی رہیں
خوب اپنے تئیں بناتی رہیں

حد سے افزوں خرچ بانا کریں
جو نہ چاہیں سو خوب کھایا کریں

دیکھہ تک غور کر جہاں کے تئیں
صرف الفت سے بات بنتی نہیں

---

* قدیم اردو میں رنڈی کے معنے عورت کے تھے —

نان نفقہ انہیں دیا کیجے — خواہش ان کی جو ہو کیا کیجے
نہیں بنتی بنا دیے ان کے — پیٹ بھر پیٹ لادئے ان کے
وقت پر کیسے کام آتی ہیں — کام یہ تو تمام آتی ہیں
کوئی جاگہ نہیں ہیں ناکاری — کام کی ہیں یہ سر بسر ساری
نہ کبھو نام لیجئے ان کا — ان سے بس کام لیجئے ان کا
ساری مجلس کی جو سمائی ہیں — دیکھنے کے لئے بنائی ہیں
لا نہ اُن کی برائیوں کا خیال — دل میں رکھ خوشنمائیوں کا خیال
دیکھ ان کو بغور بات نہ کر — ساتھ ان کے کبھو اور بات نہ کر
نہیں گفت و شنید کے قابل — صورتیں ہیں یہ دید کے قابل
بات سمجھیں نہ سمجھیں لطف کلام — دیکھئے اور کیجے ان کو سلام
ہیں سبھی بد گمان اور کج فہم — جاوے اُلٹے طرف ہی انکا وہم
نہیں انکو کسو کی بات کا پاس — اپنے اوپر کریں ہیں سب کو قیاس
عورتیں گو ہزار ہوں قابل — شعر کا لطف انہیں نہو حاصل
سوجھ اُن کو نہ کچھ لطائف کی — سوجھ اُن کو نہ کچھ ظرائف کی
کب یہ سمجھیں ہیں بات کا انداز — کب یہ پہچانیں حرف راز و نیاز
نہ یہ نافہم بات کو سمجھیں — اور نہ اوس کے نکات کو سمجھیں
گوکہ ہوں دوست پر نہیں ہے ضرور — شعر کوئی پڑھے انہوں کے حضور
کچھ نہ مضمون و معنی پاویں یے — بات دل میں کچھ اور لاویں یے
ہے نہت شعر عاشقانہ دلیل — شوخ مضموں ہے بدی کی دلیل
ہیں خیالات شعر خبط و جنون — یادھد ہجر ہے یا برا ہے شگون*
اور اسی قسم کے ہیں بعضی مرد — بدگماں نکتہ چیں برے ایدرد
عاشقانہ سخن کو جانتے نہیں — عاشقوں کا کلام مانتے نہیں
دل بدل ہے کسو سے راہ انہیں — واقعی ہے کسو سے چاہ انہیں
کیا یہ جانیں دلوں کے لاگ چبیٹ — یونہیں ہر بات میں کریں ہیں کھچپیٹ
نہ کسو سے یہ صاف رہتے ہیں — نہ کبھو یہ خلاف رہتے ہیں

* دونوں نسخوں میں یہ مصرعہ اسی طرح لکھا ہے۔ کتابت میں کچھ غلطی ہوگئی ہے۔ ا ـ برے

نام سے عورتوں کے ہیں بیزار　　سو مزاجی کا ان کو ہے آزار
نیک سے نیک گرچہ ہووے زن　　رہیں اوس سے پر آپ یہ بد ظن
شعر سے ہے مناسبت ان کو　　نہ کسو سے موافقت ان کو
بات کچھ ہو یہ سب سمجھتے ہیں　　وہی جنسی کا شب سمجھتے ہیں
ہو سکے کب کسو سے اس کا علاج　　ان کا خلقی یوہیں بنا ہے مزاج
نہیں یہ نیک مرد بدطن ہیں　　ٹھگ دغا باز چور رہزن ہیں
انکی خدمت میں التماس کروں　　کب تلک ڈر کے مارے پاس کروں

دشمنی پر ہے زاہد مرتاض
کوئی رندوں سے پیش جاتی ہے
زور تھوڑا ہے اور غصہ بہت
مار کھانے کی یہ نشانی ہے

زاہدا سو طرح سے کر تلبیس　　پر گنہگاروں کو نہ اتنا پیس
مت عبادت پہ اپنے بھولیو تو　　آیا حمر'' سمجھ نہ پھولیو تو
ہم گنہگاروں سے تو کو ہے جدا　　ہے یہ بے عیب صرف ذات خدا
عجب و پندار مت کر اے زاہد　　شعر حضرت ہیں باب در شاہد

له مد ظله

ہمدرت عیب چونکہ در نظر است　　دیدن عیب خویشتن ہنر است

و له

مت عبادت پہ بھولیو زاہد
سب طفیل گناہ آدم ہے

یہی تجھ سے سوال ہے پیارے　　ٹک سمجھ کر جواب دے بارے
یہ جو بالا ہوئی سمجھ کی شرح　　کیا بھلا ہے یہی تیری بھی طرح
تجھکو تیرا مزاج ہے معلوم　　تجھکو میرا مزاج ہے معلوم
تو تو ان باتوں سے برا مت مان　　میرا کہنا برائی سے مت جان
نکتہ رس شعر فہم تھا جو تو　　بات سمجھے تھا خوب آگو تو
اب خدا جانے کیا یہ تجھکو ہوا　　بات الٹی طرح سمجھنے لگا

ہاں مگر ڈر کے بدگمانوں سے — کہ یہ قائل نہیں سنانے کے

جی میں وسواس ڈر سے آیا ہے — اس لئے اتنا غصہ کھایا ہے

یا کہ ہم حاسدوں نے فرمایا — تجکو غصہ میں اور گرمایا

غیر بھی کچھ تجھے پڑھاتے ہیں — ذکر کر بات کو بڑھاتے ہیں

جیسی مرضی اگر ہے تیری بھی — نہ کہوں کا پھر اب کبھی سو کبھی

غم تو دل میں ہی اپنے پاؤنگا — حرف منہ سے نہ کچھ نکالوں گا

شوق کی باتیں اب کہیں نہ کہوں — یاد میں تیری دم بخود ہی رہوں

نہیں کہنے کا حرف راز و نیاز — لیک اتنا سمجھ تو اے طناز

وصف تیرا میں کس طرح نہ کروں — نیست معلوم جیو پھر تو مروں

بات جو ہوسکے سو تجسے کہوں — پھر نہ بگڑے بھلا تو مجسے کہوں

بند اسرار سے زبان کروں — حسن ظاہر تیرا بیان کروں

حسن تیرا کہ سب پہ ظاہر ہے — دوست دشمن کے نقش خاطر ہے

حسن کو تو بھی چھپا نہیں سکتا — جسے دیکھا ہے ہر کوئی تکتا

یہ تو پیارے خدا کی بخشش ہے — نہ تری ساخت ہے نہ خواہش ہے

تیری صورت نظر سے ٹلتی نہیں — جی میں بیٹھی ہے اب نکلتی نہیں

تیری تصویر دل میں رہتی ہے — میری سنتی ہے اپنی کہتی ہے

بے سروپا کہاں تلک بولوں — بے سرشتہ میں بات کو کھولوں

باتیں کیا کیا میں یاد کرکے مروں — بس سراپا تیرے کا وصف کروں

تعریف و توصیف سراپائے محبوبۂ صاحب جمال
معہ پریشانی حال محب خراب احوال

میں نے یوں تصویر تری کھینچی ہے — تو بھی آ دیکھ ٹھیک اینچی ہے

نظر آتا ہے سر سے پاؤں تلک — عضو عضو بدن جدا ہر یک

بلکہ ظاہر ہے سب ادا و ناز — اور ہر ایک بات کی پرداز

اگو دھر دیکھ دل کا آئینہ — ہے میرا سینہ صاف بے کینہ

تا دکھاوے تجھے تیری صورت — قدرت حق ہے یہ بھی ایک مورت

بت پرستوں کے بھی ہے حق بطرف — جسکہ صورت کو یوں دیا ہو شرف

تیری صورت رہے ہے اب دل میں / بینتی باتیں کہے ہے اب دل میں

آہ ہمارے سوائے خواب و خیال / مجھکو آکر دکھا تو حسن و جمال

جائیے پھرتے کبھو ادھر آیا / کھلے آنکھوں مجھے نظر آیا

آنکھیں دیدار کو ترستی ہیں / رات دن ایک سی برستی ہیں

ہوں سراپا ترے نہ دل سے جدا / مارتی ہے ہرایک چیز جدا

صفت موے سر

سر کے بالوں کا کہوں بیان کروں / یاکہ اُن کی پھبن بیان کروں

بال جب تیرے یاد آتے ہیں / پھر تو جیسے اُلجھے جاتے ہیں

کیا کہوں کیا بلا یہ جان نہ لائے / خواب میں جیسے اسدا ہی دبائے

گر سیاہی بیاں کروں اوس کی / کیا مثل اب عیاں کروں اوس کی

جس کے آگے تو مخمل ٹیلی / ایک چادر سی اوڑھے ہے میلی

کوئی اوس سے نہیں ہے اور شبیہ / نکہت سے دوں جو دوں تشبیہ

نہیں یہ بال سر نگوں تیرے / ہیں سنبل نکہت وار کوں میرے

جب ڈھلک کر وو کان پر آویں / سو بلا میرے جان پر لاویں

یوں سیہ مست چھوٹے آتے ہیں / مست جوں ہاتھی ہوتے آتے ہیں

جس گھڑی آکے منہ پہ کھلتے ہیں / رات دن دونوں وقت ملتے ہیں

جسقدر شانہ اُن کو سلجھاوے / اوسقدر ہی دلوں کو الجھاوے

جوں گھٹا دل نہ آن گھرتے ہیں / جی میں سو سو طرح سے پھرتے ہیں

کُھلے رکھنا تیرا بہا کے اُنھیں / ڈالنا تیل پھر سکھا کے اُنھیں

کیا کہوں ہر طرح یہ تیرے بال / ہیں میرے حق میں موجب جنجال

دل پہ رہتا ہے نت ہی الجھیڑا / یک سر مو نہیں ہے سلجھیڑا

صفت مانگ و چوٹی

عقل رہتی نہیں نہ طبع سلیم / مانگ کی یاد جب کرے ہے دو نیم

دل تو پہلے ہی مانگ لیتی ہے / جان بھی مفت مانگ لیتی ہے

کنگھی جب مجھکو یاد آتی ہے / کیا کہوں کیا سما دکھاتی ہے

مانگ موتی بھری وو دے ہے بہار / جیسے بگلوں کی بدلی میں ہو قطار

کیا کہوں کیسی لگتی جوتی ہے ۔ شب یلدا بھی جس سے چھوٹی ہے
دل کو ہر طرح چھیڑتے ہے وہ تو ۔ سوریا ماوی ہو کھٹوری ہو
گرمی سے گر کبھو جو رکھے لپیٹ ۔ کیا کہوں اوس کی میں لپیٹ سپیٹ
تو وہ طوفان قہر ہے جوڑا ۔ اینٹھہ ہے بس کی زہر ہے جوڑا
کوئی جیتے ہیں اوس کے مارے ہوے ۔ سانپ کالا ہے کنڈلی مارے ہوے

صفت زلف و سبب در داشتن آن

جس گھڑی زلف کا بندھے ہے خیال ۔ آ پڑے ہے کچھہ اور ہی جنجال
یاد اوس کی تو مار جاتی ہے ۔ سانپ کاٹے کی لہر آتی ہے
جس گھڑی باد سے وہ اڑتی ہے ۔ کالے کی طرح مڑتی تڑتی ہے
پھر یہ زلف اژدہا ناگن ہے ۔ ہر خم و پیچ میں جدا من ہے
پیوست زلف سیاہ بدست من است ۔ شب یلدائے روز بخت من است
زلف ہے یا کوئی تماشا ہے ۔ دام جان یا کمند دلہا ہے
کہنے والے کی عمر ہو جو دراز ۔ ہے مری* جان و دل بھی اوس کے نیاز
کیا بتوں کہا ہے یہ واللہ ۔ لطف اس کا تک ایک کیجو نگاہ
قصۂ زلف یار کیا کہیے ۔ ہے دراز اور عمر ہے کوتاہ
جو کہ یہاں اوس کے پیچ میں آیا ۔ پھر چھٹے وہ کہاں یہ جی پایا
زلف میں دل سمجھ کے الجھایا ۔ پھر تجھی کو پڑیگا سلجھانا
کوئی شانہ کئے یہ سلجھے ہیں ۔ سو سو دل اونھوں میں الجھے ہیں
زلف کو جو اٹھا دیا تو نہیں ۔ کھوج دل کا میٹا دیا تو نہیں
ملک دل سب جو دست برد کیا ۔ تب یہ دفتر ہی گاؤ خورد کیا

صفت پیشانی

واہ ری تیری سادہ پیشانی ۔ آئنہ سے کشادہ پیشانی
چین ڈالے جو اسمیں غصہ و ناز ۔ پھر تو ہوتی ہے اور ہی پرداز
ایسی پیدا کرے ہے رنگ جھلک ۔ جیسے کندن پہ خوشنما ہو ڈلک

---

* (ن) میرا

یاد* آتی ہے جب وہ پیشانی — دل کا آئینہ ہووے ہے پانی
جب سے دیکھی ہے تیری پیشانی — دیکھوں قسمت میں کیا ہے دشمن آسی
دیکھ کر پھر نظر جو اے مہ — خاک ملتا ہے منہ کو آئینہ

صفت گوش و بنا گوش

جب بنا گوش یاد آئے ہیں — اسے تو ہوش گوش جاتے ہیں
بات گر کہئے ٹیڑے کانوں کی — آ پڑے سب کو اپنی جانوں کی
جو کہ آتا ہے اُن کے قابو میں — جا پڑے ہے عجب چکابو میں
کمۂ گوش میں صدف کے ہوس — کھوئے کر موتیوں کو حلقہ بگوش

صفت ابرو

تیغ ابرو کا جب میں لوں ہوں نام — کام اعدا تو ہوچکے ہے تمام
گر تیرے ابروؤں کو کہئے کماں — کشش دل کمان میں یہ کہاں
تیغ کہنا بھی کیا مناسب ہے — بات کچھ یہ بھی نا مناسب ہے
کون سی تیغ ہے کہ ہو کے علم — اِن کے خم چم کے آگے مارے دم

قطعہ

تیغ ابرو و خنجر مژگاں — تشنہ باز گشت ما ہمہ است
جملہ در کار من کسی نکنند — بندہ منت کش شما ہمہ است

صفت چشم و نگاہ و سرمہ و کاجل

تیری آنکھیں وہ قہر جادو ہیں — جن کے آگے تو خم یہ ابرو ہیں
دیکھ کر جن کو نرگس شہلا — شرم کے مارے دے ہے سر کو جھکا
شوخی ان کی عجب تماشا ہے — چنچلائی ممولے کی کیا ہے
باتیں اسمیں جو ہیں سو ہیں کسمیں — نہ ممولے میں ہیں نہ نرگس میں
کسی نافہم نے جو اِن کے تئیں — دی تھی بادام سے مثال کہیں
اوس کو تب اپنے آ پڑے لالے — پو پٹے چھید چھید کر ڈالے

---

* (ن) دل کا آئینہ ہووے ہے پانی — جب سے دیکھی ہے تیری پیشانی

سو بھی کب اوس کو خوف چھوڑے ھے
رو دنھروں سے آنکھیں پھوڑے ھے

حس طرف یہ نگاھیں لڑتی ھیں
برچھیاں ھیں کہ دلمیں گڑتی ھیں

دلمیں وہ آنکھیں حب سنکتی ھیں
حی میں نطریں ھی آکھتکتی ھیں

حضرت درد کا ھر ایک سخن
مارتا ھے بہت ندل ناخن

وو نگاھیں حو چار ھوتی ھیں
برچھیاں ھیں نہ پار ھوتی ھیں

سوتے اتھہ کر جو آنکھہ ملتا ھے
دیکھے اوس کے تو جی نکلتا ھے

ڈورے سرخی کے ایسے چھوتے ھیں
تارے حوں آسماں سے توتے ھیں

سرمہ آلود تیری نیر نگاہ
مار دل کو کرے ھے خاک سیاہ

گر کدھو دے سلائی کاجل کی
کیا کہوں خوشنمائی کاجل کی

روشنی نقش دیدہ ھے یہ سواد
یہ بھدن صرف ھے حدا کی داد

جسکی نظروں میں یہ سواد کھلا
کب لگے ھے اوسے کچھہ اور بھلا

کچھہ سنا ھے تجھے بھی یاد یہ ھے
یعنی النور فی السواد یہ ھے

یوں تو کاجل سبھی کوئی دے ھے
خوبی چتون کی حان و دل لے ھے

حی کسو کا سہج نہیں لینا
یوں حوش آتا ھے کس کو یہ دینا

حون عالم کرے ھے نوش یہی
ھے وو کافر سیاہ پوش یہی

کیا کہوں ان کی میں سخنگوئی
کر کہیں جاے تو کہے کوئی

آنکھیں تیری بہت سخنگو ھیں
بات کرنے میں تجھہ سے آگو ھیں

تیرے منھہ پر یہ چڑہ کے کہتی ھیں
تیری باتوں پہ نڑہ کے کہتی ھیں

باتیں ان کی حو دیکھے سو جانے
آئینہ دیکھے تو بھی تو مانے

بات ان کی اِنھیں کو بن آوے
چھل بل اِن کا کب اور کوئی پاوے

غزل

کر کے دل کو شکار آنکھوں میں
گھر کرے ھے تو یار آنکھوں میں

تیر مژگاں دلوں کے پار ھوے
ھے یہ گذر و گذار آنکھوں میں

چشم بد دور ھو نطر نہ کہیں
ھے بہت ھی بہار آنکھوں میں

اور سب چھرہ نازیوں کے سوا
عشوے ھیں صد ھزار آنکھوں میں

کیا کہوں کچھہ کہی نہیں جاتیں
باتیں ھیں بے شمار آنکھوں میں

جس گھڑی گھورتے ہو عصہ سے ۔۔۔ نکلے پڑتا ہے پیار آنکھوں میں
دیکھنا تک اثر سے نظریں ملا
کیا ہوئے تھے قرار آنکھوں میں

صفت مژگاں

ھیلنگی پلکیں وو تیر کافر کیس ۔۔۔ مار چھلنی کریں ہیں دل صدریش
آشنا جو مرہ کا ہوتا ہے ۔۔۔ اپنے حق میں وو کانٹے بوتا ہے
کیا کہوں ایسی فوج جنگی کی ۔۔۔ کالی پلٹن ہے یہ فرنگی کی
جس گھڑی ملک دل کو لوٹتے ہے ۔۔۔ جوں تلنگوں کی باڑ چھوٹتے ہے
پانو گاڑے ہوے لڑیں ہیں سب ۔۔۔ کوت باندھے ہوے کھڑے ہیں سب
سامھنے ہو نظر ملاوے کون ۔۔۔ مار کی ان کے تاب لاوے کون
گھورنا آفت الٰہی ہے ۔۔۔ بال بال ان کا تو سپاہی ہے
جب پلک مار آنکھ لڑتی ہے ۔۔۔ جوں فرنگی کی باڑہ جھڑتی ہے
ان کا یہاں بندوبست گھرا ہے ۔۔۔ رات دن یہ کھڑا ہی پہرا ہے
جس طرف کو یہ رخ پلٹتی ہیں ۔۔۔ پھر صفوں کی صفیں اُلٹتی ہیں
گر کبھو آنسوؤں سے بھرتی ہیں ۔۔۔ تیر باراں دلوں کو کرتی ہیں
کبھو سرمہ اگر لگالیں ہیں ۔۔۔ زہر آلودہ پھر تو بھالیں ہیں

صفت بینی

جب کروں ہوں تصور بینی ۔۔۔ بہیں رہتی ہے مجھ میں جو دبینی
حسن خوباں کی ناک بینی ہے ۔۔۔ سارے مکھڑے کی ناک بینی ہے
ناک تیری عجب سجیلی ہے ۔۔۔ پتلی اور اونچی اور نکیلی ہے
لب شیریں کو تاکے ہے جس طرح ۔۔۔ میں بتادوں ابھی کہوں کس طرح
ناک ہے یا کہ ایک لوٹا ہے ۔۔۔ چونچ اب شہد میں ڈبوتا ہے
نکسرے اس پھبن سے ہلتے ہیں ۔۔۔ ناک کی راہ جی نکلتے ہیں
نتھنے ایسے تیرے پھڑکتے ہیں ۔۔۔ جانور وحشی جیوں بھڑکتے ہیں

صفت رخسار صفا و رنگ ورو

جی میں رخ کی جو یاد بھرتے ہیں
اور ہی پھول گل کترتے ہیں
تیرے گالوں کی کیا کروں تعریف
روئے گل جن کے آگے ہوئے ضعیف
ان میں جس طرح کی صفائی ہے
آئینہ نے کہاں یہ پائی ہے
رنگ ان میں جو کچھ جھمکتا ہے
کب رخ گل میں یوں چمکتا ہے
کوئی ان کا نہوسکا ثانی
داغ ہے گل اور آئینہ پانی
نہیں کوئی مقابل ان کے ولیک
آپ ہی ہیں جواب ایک کا ایک
کیا کہوں رنگ کیسا چمکے ہے
سارے کندن کی طرح دمکے ہے
یہ جو مکھڑے کی آب جھلکے ہے
چشمۂ آفتاب جھلکے* ہے
رنگ عارض نہیں یہ جھمکے ہے
آفتاب آئینہ میں چمکے ہے
عرق آلودہ چہرۂ رخشاں
یوں جھمکتا ہے جیسے ہے افشاں
گل پہ شبنم نہ ایسی خوب لگے
نہ ہی اوس منھہ پہ جیسی خوب لگے

صفت لب و دہاں

جب لبوں کا خیال کرتا ہوں
جان بلب آرہے ہے مرتا ہوں
یاد کر کے تیری لب گلگوں
دیدۂ اشکبار ہیں پر خوں
جب کرے یاد ان لبوں کے زور
کھینچ لے جائے دل کو تا لب گور
زیست کرتا ہوں اس بھروسے پر
دانت رکھتا ہوں ان کے بوسے پر
شعلہ رو یاد کر تیرے لب لعل
دل مشتاق ہے در آتش نعل
یاد آتے ہیں جب لب میگوں
خون دل پی کے مست ہوتا ہوں
لب نازک ہیں رشک برگ گل
شاپر دار تر ز ساغر مل
جام مے آپ ہی اور آپ ہی گزک
ہوست کیا ساری نعمتوں کی چسک
دیکھا انہیں خشک ہو تراوت گل
پھیکی نظروں میں ہو حلاوت گل
دیکھیں گر تیرے ہونٹ شیریں کو
کوہکن بھول جائے شیریں کو
لب شیریں میں جو حلاوت ہے
جان شیریں میں کب وہ لذت ہے

---

*(ن) چھلکے

ہاتھ قسمت سے جو یہ ناب لگے
لب شکر یعنی یہ نبات لگے

تار بوسے کا کوئی ٹوٹ سکے
ہونٹ سے ہونٹ پھر نہ چھوٹ سکے

وصف کیا کیا کروں تیرے لب کا
کوئی دیکھا نہ ایسے مشرب کا

لعل میں ہے کہاں یہ آب و رنگ
ہو سکے ان لبوں سے جوہر سنگ

آتش رشک سے ہلاک ہوا
آگ میں اپنی جل کے خاک ہوا

رنگ یاقوت میں اگر پایا
لب و لہجہ ولے کیدھر پایا

گو کہ یاقوت آب و رنگ دکھائے
یہ تر و تازگی کہاں سے لائے

لعل و یاقوت کیا بچارا ہے
اس جگہ ایک سنگ پارا ہے

کہیے یاقوت یا دل پر خون
ان کے آگے میں خاک پتھر ہوں

ہونٹ یاقوت و لعل سے بہتر
یہ ہیں کچھ اور جنس وے پتھر

ذائقہ میں تو جیسے یہ لب ہیں
شہد شربت جو کچھ ہے کہو سب ہیں

دیکھنے میں بھی گو تماشا ہیں
چکھنے میں پر کچھ اور تماشا ہیں

پر وہی ان کے لطف کو پاوے
ہونٹ سے ہونٹ جس کا ملجاوے

گر جو عاشق کو منہ لگا وے تو
لب شیریں ذرا چکھا وے تو

پھر تو بیچارہ اوس کی لذت سے
جان تلب ہی رہے حلاوت سے

تا لب زیست ہونٹ چاٹا کرے
لب بحسرت چبا کے کاٹا کرے

ہے دہانا تو اسقدر ہی تنگ
بات نکلے ہے جس سے کرکے درنگ

نکتہ سنجوں کی جب نگاہ نپائے
بات کس طرح سے پھر اس میں سمائے

غنچہ لب یہ تیرا دہان تنگ
مرغ دل کے لئے ہے قید فرنگ

فرق کرنا ہے اب بہت مشکل
یہ دہن ہے ترا کہ میرا دل

خلق پر اے نگار شوخ و شنگ
کردیا اس دہن نے عرصہ تنگ

ہے دہن ایک نقطۂ موہوم
ہوسکے ہے دلیل سے مقسوم

جوہر فرد در جہاں نبود
کرد ابطال آں درست حکیم

جز و اصغر ہر آنچہ فرض کنی
بدلیلش تو آں نبود دو نیم

دہن یار ما اثر کاں را
نقطۂ در مقابل است عدیم

بہ تبسم نبود ہر دو لبش
ہست برہاں قاطع تقسیم

کیا کہوں اب* کچھ ادا اور وصف دھن — یہ غضب کا ہے یہ مجکو سخن

لہ مد ظلہٗ

کب دھن میں تیرے سمائے سخن — نہیں تمرے دھن میں جائے سخن

صفت دندان و مسی و پان

دانت جب مجکو یاد آتے ہیں — دل کلیجا سبھی چباتے ہیں
اب جو دانتوں کی باتیں چلیاں ہیں — باغ موتیا کی کلیاں ہیں
خوشنمائی بیان کروں اون کی — یا صفائی بیاں کروں اون کی
دیکھ کر اون کی آبداری کو ہاں — لوٹ جاتا ہے گوہر غلطاں
یوں تو کہنے کو جیسے موتی ہیں — باتیں موتی میں کب یہ ہوتی ہیں
گو ہزار آبدار موتی ہے — یہ صفا کوئی اس میں ہوتی ہے
پیس ڈالیں یہ موتیوں کے تئیں — موتی ان کے مقابلہ کے نہیں
پائی الماس میں کہاں یہ چمک — برق میں بھی نہیں ہے ہاں یہ چمک
دانت وہ کچھ بلا قیامت ہیں — کیا کہوں تجسے کیا قیامت ہیں
مسکرانے میں تک جو کھل جاویں — بجلی سی ہر طرف ہی چمکاویں
پھر وہ بجلی چمک ادھر اودھر — آن پڑتی ہے میرے ہی جی پر
گر کبھو اوس کے جی میں آوے ہے — مسی دو انگلیاں لگاوے ہے
دانت یوں پھر جھمکتے ہیں سارے — رات اندھیرے میں جیسے ہوں تارے
پان کھانا تو خون کرتا ہے — جلنے ین دیکھا سو مفت مرتا ہے
مسی مل کر جو پان کھاوے ہے — ایک عالم کی جان کھاوے ہے

صفت زنخ و چاہ ذقن

یاد جب اس زنخ کی دے ہے فریب — سرخ اور زرد ہوئے ملنے جوں سیب
کیا غضب ماہ پارہ تھوڑی ہے — خوبی اس کی جو کہنے تھوڑی ہے

---

* (ن) خیر اور † (ن) یہاں

یاد آتا ہے جب وہ چاہ ذقن — جی میرا ڈوب جائے ہے فوراً

صفت گردن

جب خیال آنندھے ہے گردن کا — یہاں ڈھلک جائے ہے میرا منکا
دیکھ کر یہ صراحیء گردن — مست ہے کوئی اور کوئی غش
شمع ہو اندھی آنکھ میں رسوا — دیکھے ڈورا جو تیری گردن کا
لو کہ شفاف ہے تن مینا — یہاں تو جھکتی ہے گردن مینا
دیکھ کر اس بیاض گردن کو — صبح دیکھیں نہ جیب پھاڑے تو
کیوں نہ پھینکیے وہ سب سے آنکھ دور — جس میں ایسا بھرا ہوا ہو غرور

صفت ساعد و بازو

نقد جاں ہے یہ ساعد سیمیں — قیمت صد ہزار نعمت چیں
ہیں ساعد یہ رشک سیمنداں — آستیں میں ہے قیمت دل و جان
ہیں سجیلے نپٹ ہی بازو خوب — پھر نکالے سڈول خوش اسلوب
کیا کہوں کیسے قہر بازو ہیں — سحر ہیں کوئی یا کہ جادو ہیں
دلربائی میں قہر باہیں ہیں — غارت دل کو ہاتھ باہیں ہیں
دھیان میں جب وہ بازو آتے ہیں — ہاتھ پانوں اپنے پھول جاتے ہیں

صفت دست و بند دست و انگشتان و حنا و چوڑی

دل پہ جب ہاتھ پھیرے ہے پہنچا — جانتا ہوں کہ وقت آپہنچا
چوڑیاں یوں چڑھیں ہیں اسمیں تھسی — جاویں بے اختیار دل میں گھسی
کیا خوش آیند یہ کلائی ہے — اسکو دل لینے کی کل آئی ہے
ہاتھ مہندی ملے تیرے خونریز — قتل میرے کے ہیں یہ دست آویز
کیا کہوں ہاتھ پانوں مہندی ملے — کیسے لگتے ہیں آہ جی میں بھلے
ہاتھ سے دل لئے ہی لیتی ہیں — پانو پر لوگ جان دیتے ہیں
کب یہ مہندی میں رنگ پایا ہے — خون دلہا مگر پلایا ہے
کف رنگیں گواہ صادق ہیں — دست آویز خون عاشق ہیں
انگلیاں جبکہ یاد آتی ہیں — دل میں ناخن میرے گڑاتی ہیں

فندقوں پر تو جان کھوتا ہوں　　لہو کے آنسوؤں سے روتا ہوں

صفت سینہ و پستان

چھاتی یوں جی میں آن اڑتی ہے　　گویا چھاتی سے چھاتی لڑتی ہے
کوں بھر کر دب چھاتی ہے　　سختی دل تیری دکھاتی ہے
چھاتیاں سخت آفت دل ہیں　　ماتیں دھنی انھوں کی مشکل ہیں
دل رہے ہے ہمیشہ گھات کے بیچ　　کیونکہ لاؤں انھیں میں ہاتھ کے بیچ
کوئی چھلاوا ہیں یا کہ پارا ہیں　　اور سختی میں سنگ خارا ہیں
جون سر پر غرور تنتی ہیں　　سو نگاڑوں یہ اور بنتی ہیں
کیا قیامت امنگ سے ہیں بھری　　شیشیاں دو یہ رنگ سے ہیں بھری
یا کہ دو ڈھیریاں ہیں سونے کی　　کسو حکمت سے پڑ گیا ہے جی
چھاتیاں ہیں کہ ہیں یہ رنگترے　　نے دعا کہئے خواہ سنگترے
تجھ میں ہے سارے باغ کا پیوند　　پھولتا پھلتا ہے جدا ہر بند
سر سے پاؤں تلک گل و گلزار　　ہے سراپا ہزار گونہ بہار
سرو قد کو یہ بار لایا ہے　　یا صنوبر انار لایا ہے
کولے ہیں خواہ انار دستاں ہیں　　کچھ ہیں پر رونق گلستاں ہیں
گر فرشتہ ہو وہ بھی گھات لگائے　　کہ کسو طرح انکو ہاتھ میں لائے
یہ کہاں کی ہے بات جی نہ چلے　　کہ انھیں ہاتھ میں پکڑ کے ملے
گر وو قابو لگے بچل جاویں　　ہاتھ میں آن کر نکل جاویں
پھر تو حسرت میں جی نکلتا رہے　　مدت العمر ہاتھ ملتا رہے
اب کہوں خوبی تنگ پوشی کی　　یا کہوں انکی گرم جوشی کی
انکیا یوں مسک کے ہو بے حال　　چاند سے جسطرح پھٹے ہے کتاں
کیا کہوں میں انھوں کی اب خوبی　　ختم ہے اُن پہ ہی خوش اُسلوبی
کرتے بے پردہ اور انھیں ملبوس　　خوشنما مثل شمع در فانوس
ستر میں کچھ زیادہ پکڑیں نمود　　ہوویں در پردہ واشگاف افزود
ستر سے ہو زیادہ پردہ دری　　کوئی پردہ میں چھپ سکے ہے پری
لاکھ پردوں میں یہ کبھو نہ چھپے　　جیسے اوراق گل میں بو نہ چھپے

بے حجابی میں کھل کے لاوے حجاب | چھاتی اونچی ورق دکھاوے نقاب
جلوہ پیدا یاں کرے ہے لباس | شعبدہ بازیاں کرے ہے لباس
انگیا تار تار کی بہ نہ جاں | بازو کو دیکھہ پھٹ گیا ہے کتان
چور خانہ اسے نہ کیجو خیال | حال مارے ہمیں اختر اقدل
ہاتھہ حسن کے یہ نقد دھیر لگے | ہاتھہ اندھے کے جوں بٹیر لگے
ہاتھہ پھر دست برد سے نہ اٹھائے | نقش دلخواہ ہر بہتر میں بٹھائے
پیس ڈالے ہزار طرحوں سے | دم نکالے هزار طرحوں سے
کیا ہی خوبی سے مشت مال کرے | دل ہی جانے تیرا جو حال کرے
ہاتھہ میں سے تو نکلے جانے لگے | دل میں کچھہ اور تاب آنے لگے
تڑپے تو مثال ماہی بے آب | مضطرب ہووے خون دل بیتاب
سسکیاں لے کے تلملانے لگے | رک کے دم الٹی سانس آنے لگے
شرم کے مارے پست ہو جاویں* | ہاتھوں ہی ہاتھ مست ہو جاویں*

صفت قد و قامت

آہ کیا قہر قد و قامت ہے | کوئی قامت ہے یا قیامت ہے
ہست آشوب دہر قد قامت | فتنۂ ذی الزمان قد قامت
رشک طوبائے عالم بالا | پہنچے وہاں تک نہ ہمت والا
ایک تو قد بلندی بالا ہے | نازنین تس پہ سر نکالا ہے
پہنچے نالہ جو آسمان تالک | نہیں پہنچے وو تیرے کان تالک
پانو رکھتا نہیں زمیں پہ تو | سرو قد پست ہیں تیرے آگو
کیا کہوں تیرے قد کی رعنائی | سرو نے یہ خوبی کہاں پائی
سرو میں تیری چال ڈھال کہاں | کبک میں یہ پھبن جمال کہاں
باغ میں سرو ایک دار سا ہے | تیرے آگو یہ چوبدار سا ہے
کبک یہاں جو پھرے تھا اینٹھ سا | چھپتا پھرتا ہے جنگلی تیتر سا
گات تیری نپٹ چھبیلی ہے | کیا کہوں وضع جو نکیلی ہے

---

* (ن) ہو جاوے

قد و قامت کا اعتدال کہوں | یا وو خوبی کی چال ڈھال کہوں
اپنے حضرت کے نام کے صدقے | اوس کے لطف کلام کے صدقے

لہ مد ظلہ

جب نظر سے بہار گذرے ہے | جی نہ رفتار یار گذرے ہے

خوب لگتا کہوں میں گہنے کا | نہیں مقدور مجکو کہنے کا
سب جواہر کی تجھسے ہے خوبی | ہے نہ ان سے تری خوش اسلوبی
خوبی ان کی ہے ساری تیرے سبب | کنکرے ٹھہرے ہیں ورنہ یے تو سب
جامہ زیبی میں کیا بیان کروں | کونسی بات کا میں دھیان کروں
خوبی تیرے بناؤ کی میں کہوں | یا کہ سادے سبھاؤ کی میں کہوں
دل لگا صرف تیری ذات سے ہے | کام مجکو نہ کچھہ صفات سے ہے
کب ہوئی تیرے چشم کی تعریف | جو کروں اور چیز کی توصیف
یاد آوے جو وہ دہان و کمر | کب کسو چیز پر پڑے ہے نظر

صفت کمر

درمیان آے جب کہ یاد میاں | اپنی ہستی کا مجکو ہوش کہاں
یاد آوے ہے جب وو موے کمر | یکسر مو نہیں رہے ہے خبر
کبھی جاتی نہیں کمر کی لچک | پائی جیتے نے کب یہ ایسی لٹک
مثل تیغ اصیل دمتی ہے | اور کس بات میں وو کمتی ہے
تیغ کیا بجلی ہے کہ کوندے ہے | کوندے میں دلوں کو روندے ہے
جس گھڑی جسکے دھیان پڑتی ہے | جی پہ بجلی سی آن پڑتی ہے
شدہ ار پیچ و تاب موے میاں | موے آتش رسیدہ رشتۂ جاں
رد قول حکیم هست میاں | نیز برہان ناطق است دہاں
در وجود و عدم چہ واسطہ است | قایلش* را دلیل و ضابطہ است
کمر او چو موے کاست مرا | ناتوان بین چو خویش خواست مرا
تب و تابے کہ داشت موے میاں | مو بسویم ربود تاب و تواں

---

* (ن) هستیش

صفت ناف

یاد آتی ہے جب وہ ناف مجھے　　کیا کہوں کیجئے معاف مجھے
کچھ نہ کہہ زیر ناف کیسا ہے　　رفتہ و شستہ صاف کیسا ہے
وہ تو ہے رشک عارض خوباں　　مایۂ کفر و نار محجوباں
دیکھتے وہاں نگاہ پھیلے ہے　　بے طرح آگے راہ پھیلے ہے
ختم بس عرصۂ نگاہ ہو ہے　　عقل بھی آگے در چکا ہو ہے
یعنی اب گو مگو کا ہے یہ مقام　　کہیں آگے چلے نہ طول کلام
اب سخن کے پرے سمائی نہیں　　بات سچ تجھ کسو میں پائی نہیں
وہاں بیاں میں قلم بھی فق دق ہے　　آگے اوسکی زباں کے خندق ہے
ہوس اسکی جو کوئی دھرتے ہیں　　اوس جگہ جا کے پانی بھرتے ہیں
جوکہ ہاتھہ اس طرف بڑھاتے ہیں　　پانو لے کر وو سر چڑھاتے ہیں
اوس جگہ پر تو کون جھگڑے ہے　　وہاں تو رستم بھی کوڑی رگڑے ہے
وے نکمت پہون کہ نکلے پڑتے ہیں　　آن کر یہاں قدم رگڑتے ہیں
بوالہوس کیا پلید ہوتا ہے　　اس نہ آکر شہید ہوتا ہے
صرف حیوانیت لڑاتی ہے　　سب یہ بمسابیت لڑاتی ہے
اور ہم سا جو کوئی اناڑی ہے　　بات اون میں تو سب بگاڑی ہے
گرچہ کہنے میں تو سنواری ہے　　اوسکے آگو پر اسکی خواری ہے
کیا کہوں تجھہ میں خوب کیا کیا ہے　　سر سے پانوؤں تلک تماشا ہے
تنگ یوں تو نپٹ ہے تیرا دہاں　　نہیں تنگی میں کم پہ یہ بھی مکاں
اسی انداز پر دہانا ہے　　دونوں کا ایک شامدانا ہے
فرق چھوتے نہ کچھہ بڑے کا ہے　　یہی بس آڑے اور کھڑے کا ہے
ایسے موہوں سے تو جو کہاتا* ہے　　قدرت حق سے کچھہ سماتا† ہے
ہے تعجب جو بات چیت کرے　　کام دنیا کے یا کہ ریت کرے
ہے تماشا تعجبات یہی　　چھوٹا منہ اور بڑی ہے بات یہی
کھولنا اور آگے خوب نہیں　　بولنا اور آگے خوب نہیں

* (ن) کہاوے　　† (ن) سماوے

پھر بھی ملنا ہے تجھ سے میرے تئیں　　مدہ دکھاتا هے مجھکو تیرے تئیں
صاف کہنا پڑیگا پھر آگے　　سن کے مجھسے لڑیگا پھر آگے
لڑنا بھڑنا نہیں هے کام اپنا　　مفت بد نام هوگا نام اپنا

صفت سرین

تو وہ طوفان هیں سرین تیرے　　سیم کے کان هیں سرین تیرے
کوہ تمکین هیں سبھر وقار　　رشک آئینہ سادۂ پرکار
آپ هی عنقا هیں آدهی کوہ قاف　　مخمل بلور صاف اور شفاف
ساری خلقت سے کچھہ نرالے هیں　　جام نقرہ کے برج ڈھالے هیں
عقل باور کرے نہ گو یہ حرف　　موکمر سے بندھے هیں کوہ برف

صفت زانو و ساق

کیا کہوں زانو کی خوش اسلوبی　　خوشنمائی سڈولی اور خوبی
سیمیں قیامت ٹھسی ٹھسی رانیں　　جی میں جاتی هیں یہ گھسی رانیں
کسطرح دل کو گدگداتی هیں　　هاتھہ میں اسے کد کد آتی هیں
ران پر جب کہ ران پڑتی هے　　جسم میں اور هی جان پڑتی هے
یاد وہ پنڈلی جب کہ آتی هے　　مچھلی سی دل میں تڑپھراتی هے

صفت پاے و پاشنہ

تلو جسدم کہ یاد آتے هیں　　هاتھہ هم جان سے اٹھاتے هیں
دیکھہ کر پانو کو تیرے میں تو　　کبھو دیکھوں نہ اور کے منہ کو
ایڑیاں جب کہ یاد آتی هیں　　دل نہ گیندیں میرے لگاتی هیں

صفت کف پا و حنا

جب کف پا کا آبندھے هے خیال　　جان و دل هوچکے هے سب پامال
کف پا یہ نہیں هیں مہندی ملے　　پیس ڈالے هیں دل یہ پانو تلے
اس سراپا کو یاد کر کر کے　　اب تلک تو جیا هوں مر مر کے
تک شتابی ادهر کو آجانا　　تک سکھہ اپنا مجھے دکھا جانا

بیان دسلی نیافتن دل بیمار از زبانی حرف و گفتار و ایدائیے تغافل دلدار و تمنائیے آخری دیدار و حیرت عاشق بے دل زار

آہ کیا کیا میں اب بیان کروں | دھری کس کس جگہہ نہ دھیان کروں
رہوں رطب اللسان ذکر کے بیچ | دوں یونہیں اپنی جان ذکر کے بیچ
یاد اپنی کئے سے کیا حاصل | جبکہ تیرا ادھر نہ ہووے دل
ہے مگر یاد ایک مشغولا | تا کوی آن دل رہے بھولا
یوں ہر ایک آن دن کٹے جو کٹے | عمر ساری جو اسمیں دل نہ بٹے
تو بھی انصاف تو بھلا تک کر | جی میں اس بات کا خیال دودھر
کب تلک تیری باتیں یاد کروں | خالی باتوں سے دل کو شاد کروں
عیش کا ذکر نصف عیش تو ہے | ذکر ہی ذکر پر ترا تا کے
کام چلتا نہیں بلا مذکور | سو خدا جانے ہے کدھر مستور
نہ تذکر میں کچھہ حلاوت ہے | نہ تصور میں کچھہ حلاوت ہے
دیوے لذت کہاں سے خالی شوق | جب تلک آسریک ہووے نہ ذوق
ہیں یہ باتیں بنائیاں بے اصل | کچھہ مزا ہی نہیں بغیر از وصل
منہ جو شکر کہی سے میٹھا ہو | پھر اوسے کوی کھائے کاہے کو
غرض ایسا نہ ہووے میرے یار | باقی رہ جائے حسرت دیدار
دم آخر جو ہچکیوں نے لیا | شاید اس وقت توہیں یاد کیا
نام تیرا لئے سے تھمتی ہیں | بارے اوسوقت سے تو کمتی ہیں
بن سکے تو کھڑے کھڑے یکبار | دیکھیو آکے آخری دیدار
نزع میں ہوں ادھر کو آ جانا | شربت وصل تک جوا جانا
یاد ہے مجھکو درد کا ہی کلام | اور اس کے سوا خدا کا نام

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

باقی اب عرصۂ حیات نہیں | زندگی کیسی کوی * بات نہیں

---

* (ن) کچھہ ہی

کیا میں دھر اوں اپنے غم کی بات — رہ گئی ہے کوی ھی دم کی بات
آ رہا ہے میرا دم آنکھوں میں — رہے گا کب تلک تھم آنکھوں میں
پوچھہ مت مجھہ جگر فگار کا حال — کر دیا درد ہجر نیں پا مال
بت رہا سسکہ جون دل پہندا — دم رکے ہے چو قلقل مینا
زور دل کا کیا کرے ہے ڈھنگ — جوں سحر ہر نفس شکست رنگ
مجھہ میں باقی جواب کوی دم ہے — کچھہ دم تیغ سے نہیں کم ہے
کسمکس بیں نفس کے مارا ہے — کوئی سوھان ہے کہ آرا ہے
اس طرح دم جگر خراسے ہے — جیسے تیشہ سے کچھہ تراشے ہے
دم بدم ہر نفس کرے ہے قلم — آمد و شد ہے دم کی تیغ دودم
ہر نفس چاک جیب تا دامن — صبح کی طرح لا بنہاے کفن
سینہ میں یوں نفس کھٹکتا ہے — شصت ماھی کے جوں اٹکتا ہے
کیا کہوں قصے دل کی حالت کے — آہ پیارے بقول حضرت کے

اسطرح جی میں سانس کھٹکے ہے
سانس ہے یا کہ پھانس کھٹکے ہے

ہے نئے طور کا مجھے آزار — کوی دیکھا نہ آپ سا بیمار
یہ جو رہتا ہے اب مرض مجھکو — چھوڑتا ھی نہیں عرض مجھکو
آہ مرتا ہوں کچھہ علاج کرو — کل جو کرنا ہے سو وو آج کرو
تک جدہر جلد آ کے لیجئے گا — اس گھڑی ہوسکے سو کیجئے گا
ہوچکا ہے وگرنہ کام تمام — نہیں اب عرصۂ پیام وسلام
کوی دم اب جو رہ کے آووگے — اپنے بیمار کو نہ پاؤ گے
نہ ہلے ہے نہ بول سکتا ہے — آنکھیں پتھراے راہ تکتا ہے
مرچکا خیر یا سسکتا ہے — یا کہ اس کو شخوص و سکتا ہے
آنکھہ سے آنکھہ اب ملا کر دیکھہ — اپنا آئینہ رو دکھا کر دیکھہ
بارے اتنا تو ہووے گا معلوم — ابھی دم ہے کہ مرچکا مظلوم
میں نیں کردی خبر تجھے اس خیر — دیکھہ اس وقت تو نہ کر تو دیر
آگے تو جن کہدیا میں تجھے — پدکہیں گے سبھی تجھے کہ مجھے

غزل

از مریضت مرا عجب باشد — زنده امروز تا بشب باشد

هر که لب بر لبت نهد یکبار — مدت‌العمر جان بلب باشد

زیر لب هم تبسمت ستم است — خندهٔ دندان نما عجب باشد

بے سبب نیست هیچ چیز مگر — رنجش تو که بے سبب باشد

همگی دیده ام کلام اثر
چند اشعار منتخب باشد

نامه در گو شتاب می آید — میروم تا جواب می آید

نام مهر و وفا نمی دانی — همه جور و عتاب می آید

حال زارم شنیده می گوید — سر کن افسانه خواب می آید

خانه آباد یار در کویت — دل خانه خراب می آید

رفت جورت درون زخم بسیار — گریه ام بے حساب می آید

سینه و دل تمام سوخت اثر
همه بوئے کباب می آید

غزل

تو میری جان گر نہیں آتی — زیست ہوتی نظر نہیں آتی

دلربائی و دلبری تجکو — گو کہ آتی ہے پر نہیں آتی

کیجیے نا مہربانی ہی آکر — مہربانی اگر نہیں آتی

حال دل مثل شمع روشن ہے — گو مجھے بات کر نہیں آتی

ہر دم آتی ہے گرچہ آہ پہ آہ — پر کوی کارگر نہیں آتی

کیا کہوں آہ میں کسو کے حضور — بند کس بات پر نہیں آتی

نہیں معلوم دل پہ کیا گذری — اِن دنوں کچھہ خبر نہیں آتی

دن کٹا جس طرح کٹا لیکن — رات کٹتی نظر نہیں آتی

ظاہرا کچھہ سواے مہر و وفا
بات تجکو اثر نہیں آتی

غزل

لوگ کہتے ہیں یار آتا ہے — کب مجھے اعتبار آتا ہے
دوست ہوتا جو وہ تو کیا ہوتا — دشمنی پر تو پیار آتا ہے
تیرے کوچے میں بیقرار تیرا — ہر گھڑی بار بار آتا ہے
یہ دیوار تو سنے نہ سنے — نام تیرا پکار آتا ہے

حال اپنے پہ مجھکو آپ اثر
رحم بے اختیار آتا ہے

آہ کیجے کہ نالہ سر کیجے — زندگی کس طرح بسر کیجے
قصد ہمراہی شرر کیجے — کھولیئے آنکھ اور سفر کیجے
دور جو چاہئے سو کیجے پر — میری حالت پہ بھی نظر کیجے
کبھو ایدھر بھی گذرتے ہو — کب فلک آہ در گذر کمیجے
شمع ساں نیست ہے گدار اپنا — جب فلک ہووے چشم تر کیجے
اے چکے دل بھلا مبارک ہو — آئیے اب کے قصد سر کیجے
یہاں سے اوڑئے مثال طائر رنگ — بے پر و بال ؟ بال و پر کیجے
اتنا مت لاؤ غم غلط پیارے — کون سی تیری بات پر کیجے
فن بتقدیر اور رضا بقضا — حسب مقدور ہووے اوس قدر کیجے
روئیے کب فلک ز بے اثری — آہ کیجے تو کار گر کیجے

کون سنتا ہے یہاں کسو کی بات
بس اثر قصہ مختصر کیجے

غزل

میرے احوال پر نظر ہی نہیں — اس طرف کو کبھو گذر ہی نہیں
ہے میرا حال تو زبان زد خلق — میں نہ مانوں تجھے خبر ہی نہیں
دل بدیویں جگر نہ چاک کریں — یہ تو اپنا دل و جگر ہی نہیں
حال میرا نہ پوچھئے مجھسے — بات میری جو معتبر ہی نہیں

کر دیا کچھ سے کچھ تیرے غم نیں
اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں

ایسی حالت میں کوئی کیا جانے | تو بھی دیکھے تو ہاں نہ پہچانے
ہوسکے گر بھلا کبھو تو مل | اس قدر اب تو سخت مت کر دل
ان دنوں مجھسے کچھ نکی تو ہیں | بھول کر بھی خبر نہ لی تو ہیں
کچھ تغافل کی حد بھی ہوتی ہے | کچھ تجاهل کی حد بھی ہوتی ہے
کوئی دن رہ کے گر ملے گی تو | کب افسوس پھر ملے گی تو
کچھ نہ تدبیر ہوسکے گی پھر | بیٹھے حسرت سے منہ تکے گی پھر
تو بھلی گھر میں جا کے بیٹھ رہی | یہاں تیری شکل دل میں بیٹھ رہی
ایک مدت سے گو نہیں آئی | پر حقیقت یہ ہے جو فرمائی

غزل له

گرچه کاهے نظر نمی آئی | لیکن از دل بدر نمی آئی
من بیچاره محروم از خویش | چه توان کرد اگر نمی آئی
چه شد از من که در سوم یکبار | آمدی و دگر نمی آئی
تا کجا آمدی آمدن شدم | رفت عمرے مگر نمی آئی
هر زمان تازه عهدها داری | گرچه از عهده بر نمی آئی
تا دلیے یک نفس ز جا نرود | بیوفا اینقدر نمی آئی

درد را انتظار تست بگو
تا نمایم خبر نمی آئی

صاف اس سے جواب بہتر ہے | ایک دن کا عذاب بہتر ہے
جھوٹے وعدوں سے کیا ستانا ہے | کہیں آچک بھلا جو آنا ہے
مل سکے تو قصور مت کرنا | نہیں دل سے تو دور مت کرنا
گو نہو مجھکو اور کچھ حاصل | چین پاوے کا پر ملے سے دل
اب جو باہم دو چار ہوویں گے | سارے دل کھول کر تو روویں گے
وے گئے دن کہ مل کے ہنستے تھے | دام غفلت میں آن پھنستے تھے
ہے عوض اوس ہنسی کا یہ رونا | لکھا قسمت کا چاہئے ہونا

خوشی و غم جہاں میں توام ہے
خندہ و گریہ دیکھ باہم ہے

میرے حضرت نے راست فرمایا
اپنے بھی دیکھنے میں اب آیا

غزل

جگ میں کوئی نہ تک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

دل زمانہ کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

دیکھئے اب کے غم سے جی میرا
نہ بچیگا، بچیگا کیا ہوگا

حال مجھ غمزدہ کا جس تس نے
جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

میرے نالوں پہ کوئی دنیا میں
بن کئے آہ کم رہا ہوگا

لیکن اس کو اثر خدا جانے
نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بد خواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

کہیں اوس کا ٹھکانا پاتا نہیں
دل گیا ہے سو ہاتھ آتا نہیں

تیرے در پر گرا وہیں شاید
خاک میں مل گیا کہیں شاید

کھوج اوس کا کہیں نہ پایا میں
خاک چھانی ہزار جا میں

ان دنوں دل نظر نہیں آتا
کوئی اوس کی خبر نہیں لاتا

کیا کہوں آہ دل ہی جاتا رہا
اب کسو چیز کا نہیں ہے مزا

اوس تلک ہی تو ساری باتیں تھیں
سب اوسی سے ہماری باتیں تھیں

اب نہ ہنسنا کدھر کہاں کیسا
نہیں آتا ہے رونا بھی ویسا

دل کسو بات کو بھی ہوتا نہیں
ہنسنا یک طرف اب تو روتا نہیں

ایسے احوال آگے ہوتے تھے
دل لگا کر جو خوب روتے تھے

راست ہے یہ جو کہتے ہیں شاید
گریہ را ہم ولے خوشی باید

اب تو حیرت کا صرف عالم ہے
مثل آئینہ چشم بے نم ہے

اب ملاقات بھی جو ہووے گی
کب یہ حیرت کو دل سے کھووے گی

خوشش اختلاط اب وہ کہاں
گرمیِ ارتباط اب وہ کہاں

وصل بھی اب تو جان کھاوے گا
سو بلا تازہ سر پہ لاوے گا

آہ رہتا ہوں سوچ میں حیراں — حادثۂ دل یہ ہوگیا ویراں
کس طرح تیرے پاس اب آؤں — تجھکو احوال کیا میں دکھلاؤں

بیان صورت حال دیگر رحال بوقت وصال و دیگر حرف
و قال و حیرانی عاشق دل از دست دادہ
و بیحواسی آن ببخود حیرت افتادہ

آدمی حیرت میں ایک توہوں میں — تس پہ حیران لوگ کرتے ھیں
میری تیری طرف یہ تکتے ھیں — کچھ کچھ آپس میں بیٹھے بکتے ھیں
کوئی ایدھر کو دھیان رکھتا ھے — کوئی باتوں پہ کان رکھتا ھے
کوئی آپس میں آنکھ مارے ھے — کوئی چپ دربئے اشارے ھے
کوئی پکڑے ھے منہ کی بات کہی — کوئی کہتا ھے دیکھہ رہ توسہی
کوئی پھینکے ھے بیٹھا آوارے — کہ یہ ڈھینڈچیں گے اس کے خمیارے
کوئی حیران سن کے دیتھے ھے — کوئی احسان سن کے دیتھے ھے
کوئی آنکھیں ادھر کو گاڑے ھے — کوئی نظریں چرائے تاڑے ھے
کوئی چتون کو اب پرکھتا ھے — کوئی تیوری پہ دھیان رکھتا ھے
کوئی گھورے کوئی دھراوے ھے — کوئی غصہ سے منہ دھراوے ھے
ھے ہر ایک کے بگاڑ کی ٹئی گوں — آنکھہ تیڑھی کرے کوئی کوئی بھوں
ہر کوئی ھے اسی کے اب درپے — کہ بھلا دیکھوں بات یہ کیا ھے
ہر طرف آن کے مچاویں دھوم — جس طرح مکھیاں کریں ھیں ھجوم
چھوٹتا ھی نہیں یہ الجھیڑا — شہد کا چھتا جیسے اب چھیڑا
یہاں کوئی کیا کرے خبرداری — پیس جانی نہیں ھے ھشیاری
اب کہاں تجھکو دیکھہ سکتا ھوں — بیٹھا اوروں کے منہ کو تکتا ھوں
تجکو دیکھوں کہ آہ انکی سنوں — سبھی دشمن ھیں کسکو دوست کہوں
ان سے اب کسطرح بچاؤ کروں — کیونکہ ظاہر میں دل کی چاؤ کروں
اور اب احتیاط کیا کیجے — کسیء ارتباط کیا کیجے
گرچہ حسرت سے آہ مرتا ھوں — پر شمردہ نگاہ کرتا ھوں
پہلے سو بار ادھر ادھر دیکھا — تب تجھے تر کے یک نظر دیکھا

نہیں معلوم کدا کیا ان کا — ہم غریبوں میں کیا لیا ان کا

سمجھگی یہ ہے کیجے اسکی سیر — نہیں ان صاحبوں میں کوی غیر

مجھسے کچھہ نے خلاف ہے ان کو — مجھسے نے انحراف ہے ان کو

بلکہ ہیں دوست خیرخواہ سبھی — بیگناہی پہ ہیں گواہ سبھی

تیرے خاطر یہ چاہتے ہیں مجھے — غائبانہ سراہتے ہیں مجھے

دل سے ہر ایک یار ہے اپنا — واقعی دوستدار ہے اپنا

کوی اسمیں رقیب ہو سو نہیں — یا کہ عمار عیب جو سو نہیں

شکر حق کا یہ ہے ہزار ہزار — کوی اونمیں دیا نہیں اغیار

کوی دشمن نہیں سبھی ہیں دوست — لیک بیمغز ہیں سراسر پوست

ہیں سدا سا اگرچہ مذہب کے — نہیں قائل ولے یہ مذہب کے

جب دیکھا تو ہیں سبھی حیواں — فی الحقیقت نہیں ہیں یہ انساں

خوش جہاں وہ کسو کو پاتے ہیں — اس کا چرچا یہ سب مچاتے ہیں

اور ناحق اونہیں ستاتے ہیں — بے سبب سو طرح دکھاتے ہیں

بس عقوبت نہیں ہے کینے سے — یہی اُٹھے ہے اوس کے سینہ سے

خیر انکی نہیں ہے کچھہ تقصیر — اب تو اپنی بدی یونہیں تقدیر

اپنی الفت دیں سب دکھائے عذاب — اس محبت کا ہووے خانہ خراب

کب کسو کا کوی خیال کرے — گر نہ الفت کا احتمال کرے

اس خرابی کی یہ جو نوبت ہے — کچھہ نہیں سب یہ تیری دولت ہے

یہاں تلک تونیں احتراز کیا — سب پہ ظاہر نہفتہ راز کیا

دور باشی سے میں ہلاک ہوا — فایدہ اور اس میں خاک ہوا

کس لئے اسقدر تو ڈرتا ہے — سب سے یوں سہم کر نگرتا ہے

تک سمجھہ تو کسو کا جور نہیں — تیرے اوپر کسو کا زور نہیں

مجسے نظریں جو تو چراتا ہے — چور اسے تئیں گنداتا ہے

یا کہ دزدیدہ میں جو دیکھوں ہوں — کبھو پوشیدہ میں جو دیکھوں ہوں

چور ہیں ہم نہ چور کے ساتھی — بات اب کیا ہے پیشتر کیا تھی

اپنے اوپر کریں ہیں سب کو قیاس — ہم تو ان باتوں کے نہ آس نہ پاس

تو جو ملنے سے جی چھپاتا ہے — آنکھہ کُھل کر نہیں ملاتا ہے

خلق اس سے کچھ اور سمجھتی ہے | ہاں برائی کے طور سمجھے ہے
واہ یہ بات کا چھپانا ہے | یا کہ اور آپ خود جتانا ہے
اس پہ لوگوں میں دور ٹھہرایا | ہمیں آپس میں چور ٹھہرایا
یہ بکرار آزمایا ہے | بارہا دیکھنے میں آیا ہے
جس قدر بات کو چھپاتے ہیں | لوگ اتنا ہی صاف پاتے ہیں
خوب دل کھول کے ملاکر تو | نہ کتنا * کر ہر ایک کے آگو
دیکھ میری طرف تو اب دھڑک | ساتھ مل بیٹھ اسقدر نہ بھڑک
پھر جو بولے کوئی تو میں جانوں | بات کھولے کوئی تو میں جانوں
پھر خدا دیوے اب مجھے بھی ضبط | نہ کروں بات کچھ کہیں بے ربط
جیسے سو دولت آپ اپنے تئیں | وصل کے بیچ گم کروں نہ کہیں
ہورہا ہوں نپٹ ہی نا دیدہ | اپنے ہاتھوں ہوں آپ رنجیدہ
پھر خدا جانے کیا میں کرنے لگوں | کہیں ایسا نہ ہو کہ مرنے لگوں
بیحواسی میں کام کر جاوں | بس گلے سے چمٹ کے مرجاوں
خون تجھ بے گنہ پہ ثابت ہو | بات کچھ اور ہی انا چت † ہو
تجھکو لینے کے اور دینے پڑیں | میں رہا درکنار تجھسے لڑیں
جا پڑے تجھ نہ میری حیرانی | ہووے دل کو تیرے پریشانی
تیری تشویش کب گوارا ہے | ہر طرح تونیں مجھکو مارا ہے
جو کرے تو سو تجھسے بن آوے | کچھ کروں میں نہ مجھسے بن آوے
مثل آئینہ غرق حیرت ہوں | اپنی حیرانی کیا میں تجھسے کہوں
اسقدر اب تو علتہ عجب ہے | کہ مجھے آپ بھی تعجب ہے
لوگ تیرے جو پاس آتے ہیں | سن کے میرے حواس جاتے ہیں
ہوش انکے ٹھکانے رہتے ہیں | تیری سنتے ہیں اپنی کہتے ہیں
میں جو تجھسے دوچار ہوتا ہوں | پھر تو بے اختیار ہوتا ہوں
جس گھڑی تیرے پاس جاتا ہوں | بس نپٹ بیحواس جاتا ہوں
سارے منصوبے بھول جاتے ہیں | ہاتھ پانو اپنے بھول جاتے ہیں

---

* (ن) گھٹتا   بے خیالی میں

منہ کو حسرت سے دیکھہ رھتا ھوں
پھر نہ سنتا ھوں کچھہ نہ کہتا ھوں

بات کہنی تھی اور بکلی اور
دیبدواسی تک ایک کرتا غور

جب بدائے حود اسے آتا ھوں
دل کو دڑا تھکانے لاتا ھوں

جی میں کہتا ھوں کہا کے پچھتاوے
اب کے یہ یہ کہوں حو مل جاوے

بارھا اس کو آرمایا ھے
یہی حال حراب پایا ھے

بسکہ عرصہ کھنچا حدائی کو
حد ھوئی تیری بے وفائی کو

کردیا اس میں بے حبر بے ھوس
کہہ سکوں کچھہ نہ رہ سکوں خاموس

عقل و ھوش و حواس کچھہ نہ رھا
ان میں سے اپنے پاس کچھہ نہ رھا

وہ رخود رفتہ ھوں کہ میرے تئیں
تو بھی ھرچند ڈھونڈھے پاوے نہیں

یہاں تو آوے کہ میں ھی وھاں جاؤں
دید وادید پر کہاں پاؤں

کسطرح اب ملاپ ھو ویگا
تو ھی بس اسے آپ* ھو ویگا

ھجر میں جی ھے مرے پاس کہاں
وصل میں گر جیا حواس کہاں

غزل

آمدی و رخویس ما رفتیم
رفتی و ما بر خدا رفتیم

عالم بیکسی و تنہائی است
دل جدا رفت ما جدا رفتیم

چوں عصمت رو بایطرف آورد
ما ادب بیسہ بیسوا رفتیم

گہ بشد اتفاق آمد بت
گر چہ ار خویس بارھا رفتیم

خاکساری تمام بیس آمد
سایہ آسا بہر کجا رفتیم

شورش آورد آمد آمد تو
آنقدر ھا کہ مار جا رفتیم

کستۂ آمد و شد عستیم
آمدی تو ولیک تا رفتیم

بارھا بیمدار گستہ بشوق
بیس آں سوح بیوفا رفتیم

لیک بر گستۂ آمدہ گفتیم
اثر اے واے ما جرا رفتیم

---

* (ن) آپ ھی

غزل

داغ دل جو کبھو دکھائے تھے — لالہ ساں دل میں گل یہ کھائے تھے
ایک تیرا خیال بیٹھ گیا — دل سے خطرے تو سب اُٹھائے تھے
اشک خونیں نیں منہ پہ کھول دئے — میں تو زخم جگر چھپائے تھے
آگلے رونے پہ اب میں روتا ہوں — کیا گہر خاک میں ملائے تھے
بہہ گیا سب میں آب ہو کے گداز — شمع ساں اشک کیا بہائے تھے
یہاں کسو نیں نہ کی خریداری — ہم عبث جنس دل کو لائے تھے
گر نہ اٹکے یہ آ کے لخت جگر — اشک نے نہ فلک ڈبائے تھے
راہ پر تیری منزل نقش قدم — دیدۂ منتظر بچھائے تھے

تھا جو منظور سو نہ دیکھا یہاں
ہم اثر کیا سمجھ کے آئے تھے

غزل

نہ کیا کچھ علاج آنسو سے — جا چکا دل ہی اب تو قابو سے
دل ہے یہ یا کوئی چھلاوا ہے — نکلے پڑتا ہے آہ پہلو سے
تیرے فریادیوں کی یہاں شب و روز — نہیں لگتی زبان تالو سے
حرف نکلا نہ اوس دہن سے کبھو — کام نکلے ہے چشم و ابرو سے

اثر اوس چشم شوخ رفتاں کے
نہ بچا کوئی سحر و جادو سے

یار بار ستافتن عاشق زار بسوے دلدار و تسکین و مراد نیافتن دل آں بیقرار با وجود دید واد بد بار

تیرے در تک کبھو جو آتا ہوں — جان پر اپنے کھیل جاتا ہوں
باقی رہتی نہیں ہے جان کے بیچ — جاؤں ہوں اور ہی جہان کے بیچ
تو سنور کر جس آن نکلتی ہے — جان پر میری آن بنتی ہے
بیطرح جی کا حال ہوتا ہے — باس کرنا محال ہوتا ہے
[illegible] کچھ کچھ اور ہی رنگ — آنسو بہے ہیں [illegible] آنکھ [illegible]

عکس بھی مجھکو منہ دکھا نہ سکے
محویت میری کوی دا نہ سکے

میں کہاں اور اب حواس کہاں
عقل و تدبیر میرے پاس کہاں

هوں زخود رفتہ مست و دیوانا
نہ بخود آشنا نہ بیگانا

بھاگتا هوں میں اپنے سائے سے
جی هی جاوے بخویس آئے سے

کبھو تیرے طرف جو آتا هوں
نہیں معلوم کیونکے جاتا هوں

بخہ تلک شوق کھینچ لاوے هے
جسم بیجان کو اینچ لاوے هے

باد جیسے اورا کے لاوے خس
مجھ میں باقی نہیں هوا و هوس

تیرے کوچہ میں آن کے هر دم
گرد رهوں خاک میں چونقش قدم

گفتگو کا دل و دماغ نہیں
اپنی حالت سے اب فراغ نہیں

گر کبھو هوس میں جو رهتا تھا
کچھہ سخن حسب حال کہتا تھا

غزل

تیرے کوچہ میں آکے جو بیٹھے
جان سے اپنے هاتھ دھو بیٹھے

گو متے * هم برنگ نقش قدم
پر تیرے در پہ آج سو بیٹھے

سب کا آوے نظر نداب و قرار
گر ابھی دو دو چار هو بیٹھے

روز اول هی جا چکا تھا دل
آخر اب جان کو بھی رو بیٹھے

اپنی قسمت هی اُٹھی هے شاید
تیرے در پر اب آکے جو بیٹھے

اٹھہ گیا دل تو ساری باتوں سے
ناصحو چاهو سو بکو بیٹھے

حال اپنا کسو سے کیا کہئے
ایک دل تھا سو وہ بھی کھو بیٹھے

همنشیں اٹھو میرے پاس سے تم
دیکھو تو اوس کی کچھہ کھو بیٹھے

اٹھے جاتے هیں یہاں سے جوں شعلہ
شمع کی طرح هم هیں گو بیٹھے

اپنے آنکھوں کی طرح رو رو کے
ایک عالم کو هم ڈبو بیٹھے

عهد و پیماں پہ انتظار میں یہاں
اے دل و دیدہ تم مرو بیٹھے

اٹھہ گیا سب جہاں سے قول و قرار
یاد وعدہ کیا کرو بیٹھے

قطع سر سے کرے وو راہ عشق
شمع ساں پادو گاڑ جو بیٹھے

---

* (ن) متیں

اب اثر میں بہت نہیں باقی
آن کے آن تک رهو بیٹھے

غزل

حیف میرے یہ آہ کرنے کو — اور ترے همدم کے واہ کرنے کو
جی لئے پھرتی رہے دشمن جان — آج بس اس تباہ کرنے کو
واہ وہ دل کی دیکھہ چاہ کا رنگ — پھر بھی موجودہ چاہ کرنے کو
بیٹھہ کر دل میں دل ہی لیجے چرا — واہ یوں گھر میں راہ کرنے کو
لیک دل کے سوا میں لاوں کسے — ایسے * شاهد گواہ کرنے کو
کس لئے وهاں جائے اثر مگر اور
حال اپنا تباہ کرنے کو

ایضاً

کام باقی ابھی تو قاتل ہے — رحم کی تیرا یہ نیم بسمل ہے
نگہ گرم سے پگھلتا ہے — دیکھہ یہ آئینہ نہیں دل ہے
تجھہ تلک غیر کی پہنچ بھی کہاں — یہ بھی اپنا گمان باطل ہے
نہ ملو یا ملو غرض هر طرح — تمکو آسان مجکو مشکل ہے
دل کا آئینہ تب ہے جلوہ فروز — کسو منہ کے تو یہ مقابل ہے
نعمت نہ هیں اثر سبھی دل پر
دل کو ان سے تو کچھہ بھی حاصل ہے

غزل

احتضارم هنوز باقی ماند — یاقو کارم هنوز باقی ماند
آمدی تو و من ز خود رفتم — انتظارم هنوز باقی ماند
گو کہ طالع شد آفتاب رخت — شب تارم هنوز باقی ماند
منقضی شد تمام عرصۂ حشر — کار و بارم هنوز باقی ماند

---

* (ن) اس پہ

تتمه

بسیندی تو و نه گنجم من — گرچه کارم هنوز باقی ماند
رفت برباد لیک دردل تو — از عذارم هنوز باقی ماند

همه گیرند عذر از من اثر
اعتذارم هنوز باقی ماند

غزل

دل سے فرصت کبھو جو پائیے گا — حال اپنا تجھے سنائیے گا
دل چراتے ہی تم چرائی آنکھ — ابھی آگے تو جی چرائیے گا
ٹالیں ہر ایک سے آڑے ہو — تک تو آنکھیں ادھر ملائیے گا
دل دیوانہ میں کچھ آتا ہے — آپ پر کچھ نہ جی میں لائیے گا
کون ہو، لے چلے ہو کس لئے دل؟ — نام اپنا ذرا بتائیے گا
قصد اپنا جو تھا سو ہو نہ سکا — کہ تجھے اپنے گوں دکھائیے گا

قطعہ

تیرے وعدوں کو اعتبار کیا — جھوٹی ناحق قسم نہ کھائیے گا
صاف کہدیجے مختصر اتنا — آئیے گا کہ یا نہ آئیے گا
اٹھ گیا ہے سبھی طرف سے دل — اوس طرف آوے تو بیٹھائیے گا
اور تو سب خیال جی سے مٹے — یہ بھی خطرا ذرا میٹھائیے گا

اس کی صحبت میں غیر آنے لگے
اب اثر آپ وہاں نہ جائیے گا

غزل

خامشی چون قلم بیان منست — بے زبانی اثر زبان منست
در من و او رسن جدائی نیست — چون نگین نام او نشان منست
یار و جور و جفا از آن تو — عاجزی و وفا از آن منست
رشک صد دشمن است بیرهماں — آن که بسیار مهربان منست

---

* (ن) کا

دلربایم سوده دلداری   اے عجب درد داستان مدست
چه عدار بلند پروازم   خاطر یار آسیان منست
پاس و دلجوئیم کہیے نکند   بسکه آن سوخ قدر دان منست
شنیدي بجواب هم گاهی   بیوفا آنکه داستان منست
اول دفعه جان ربود هنوز   ند گمانم در امتحان منست
عیب پوس هزاردشمنی است   دوستی که در زمان منست
هر کجا بگذری بزیر پا   مثل نقش قدم مکان منست

رمقی مانده است چندان نیست
جان من پاس تاکه جان منست

آه پیارے میري یه حالت هے   اور تیری وهی جہالت هے
پر ترے دریه میں تو آن پڑا   کوئی جاتاهوں یہاں سے اب تو ارا
تیرے تالے سہیں میں تلتا هوں   آگراهوں سو کوئی چلتا هوں
منه کدهر مجھسے اب چھپائیگا   کیا بھلا گھر کو چھور جائیگا
ابھی تجھسے تو کام باقی هے   دل کی حسرت تمام باقی هے
تک درا مجکو مر تو لینے دے   آرزو دل کی کر تو لینے دے
تیرے در پر بھلا نبڑ تو چکوں   کسو گوشے میں یہاں کے گڑ تو چکوں
کوئی دم کو تو آپ هی جاؤگے   کاهیکو پھر ادھر کو آؤگے
منه جواس وقت مجھسے موڑوگے   کیا میرے هاتھوں گھر کو چھوڑوگے
نه لگے دل تو خیر رور سہیں   گھر تمہارا هے میری گور نہیں
ایسی حالت میں چاهو چھوڑ چلو   دل شکسته هے اور توڑ چلو
میں تو بیٹھا بقول حضرت کے   دیکھتا هوں تماشے قدرت کے

غزل له مدظله

مرگ ما زیست کارها دارد   زندگی انتظارها دارد
هر زمان از شکسته رنگیها   چمن ما بهارها دارد
آستان بوسیش مجال و دلم   ذوق بوس و کنارها دارد
نکشم ناز باده اے ساقی   نشه ربیح خمارها دارد

بیقرارم بسودہ است چنین | آنکہ با من قرارها دارد
دل من سادہ است و هر ساعت | خاطر او عذارها دارد
با بدامان گوشہ گیری کس | دامن دشت خارها دارد
بزم دم زنیم همسایہ | آہ ازبس سرارها دارد
بندہ در شہر عشق مفلس نیست | نقد داغش هزارها دارد
بر نشانہ خدا کند کہ خورد | تیر آهم گذارها دارد

میرود یار درد در کویش
چہ کند اضطرارها دارد

دل میرا اب نہیں ہے کہنے میں | مرے لگتا ہے گھرکے رہنے میں
نکلے جاتا ہے اختیار سے اب | نہیں تھمتا ہے اضطرار سے اب
لیک تو آپ دوڑے جاتا ہے | دوسرے مجکو کھینچ لاتا ہے
جب ادھر قصد راہ کرتا ہے | ہر قدم دھرے آہ کرتا ہے
اب جو آیا تو یہاں سے پھر نہ ٹلے | گر کے بیٹھے کہیں ہلے نہ چلے

غزل

دل بریں آشنانہ افتاد است | چہ قدر بیکسانہ افتاد است
واقعی گریہ ام بحال خود است | درد هجراں بہانہ افتاد است
مرغ دل نیست واقف از پرواز | در قفس ز آشیانہ افتاد است
چکنی با جفا تو معذوری | کار باکس ترا نہ افتاد است
کارم از دست رفت چونکہ ترا | زلف در دست شانہ افتاد است

رحم می آیدم بحال اثر
کہ دلش عاشقانہ افتاد است

اور تجھہ میں پڑی ہے معشوقی | دل میں آکر آڑی ہے معشوقی
حسن کا اب ہوا زیادہ غرور | عاشقوں پر پڑی نگاہ قصور
حال عاشق نہ رحم کھاتا نہیں | گاہ بیگاہ منہہ دکھاتا نہیں
جب سے هر دل تو ہوگیا ہے عزیز | ہوس و عشق کی رہی نہ تمیز
اجی سب آگے یہ کاروبار نہ تھا | روز دل کا نیا شکار نہ تھا

دل ربائی علی العموم نہ تھی
خود نمائی علی العموم نہ تھی

یوں دلوں پر نہ کی تھی جلوہ گری
مدد تھی ایک شیشہ میں یہ پری

شہرۂ حسن کی نہ تھی یہ دھوم
اور تو کیا تجھے نہ تھا معلوم

میں ہی تھا تیری گرم بازاری
کوئی کرتا نہ تھا خریداری

میری دولت تو خود شناس ہوا
تب تجھے ایدا اتنا پاس ہوا

کھل گئی تجھ نہ اپنی سب خوبی
آ گئے سارے بار محبوبی

دلبری کی طرح جو آئی ہاتھ
خرچ کرنے لگا ہر ایک کے ساتھ

اب جو دیکھا تو شور و غوغا ہے
جس طرف دیکھو حشر برپا ہے

غزل

بردرت شور داد بیداد است
ہر طرف صد ہزار فریاد است

عاشقاں را برائے درد و اثر
نالۂ عندلیب ارشاد است

بستۂ نادل شکستہ جناح
شد فرامش ترا مرا یاد است

جور از وے زمانہ آموزد
آں ستمگار سخت استاد است

قطعہ

ہمہ مردند لیلی و شیریں
نام مجنوں نہ نام فرہاد است

عشق در گور حسن درتہ خاک
دوستیہا تمام برباد است

زندہ باشی غنیمت است اکنوں
کہ جہاں از من و تو آباد است

نیست مانند عقل و ہوش اثر
مرد دیوانہ است و آزاد است

اپنے کوچہ میں پھر پھر آنے کو
منع مت کر تو اس دوانے کو

بلکہ قابل ملاپ کے اب ہے
کہ اسے کچھ غرض نہ مطلب ہے

بے سبب لت ہے یہاں کے آنے کی
دور سے تجھ کو دیکھ جانے کی

صرف حیرت سے دید کرتا ہے
کچھ نہ کسب و شنید کرتا ہے

اب خوشی کو نہیں یہ آتا ہے
بلکہ کچھ اور دکھ ہی پاتا ہے

آپ دے کیا تیرا یہ لیتا ہے
الٹے اپنی ہی جان دیتا ہی

کیا ہوا بار بار آتا ہے
کچھ تجھے تو نہیں ستاتا ہے

جب نہ پہرے حضور آوے ہے
آپ اپنی سوا یہ پاوے ہے

غزل

جھمکہ ایدھر پری نگاہ پڑی
دیکھتے ہی دل نہ میری آہ پڑی

کیطرح کچھہ مرے ہی جاتا ہے
دل نہ حالت عجب تباہ پڑی

جو کرے اب نباہ یا نہ کرے
اپنے ذمہ تو یہاں نباہ پڑی

درمدم یوں جو بد گمانی ہے
کچھہ جو عاشق کی مجکو چاہ پڑی

تیرے کوچہ میں آئے بن نہ رہے
اب تو یہاں کی اندر کو راہ پڑی

نہیں اوس کو نگاہ میری طرف
کھینچے لاوے ہے مجکو تیری طرف

پر مجھے آئے گا نہ کچھہ حاصل
جڑن داتا نہیں ہے اب یہ دل

گرچہ آگے بھی کچھہ نہ کرتا تھا
اپنی حیرت میں آپ ہی مرتا تھا

شوخیت گرچہ بر درید نقاب
حیرت‌ار حسن بر ما است حجاب

بے حجابی ترا حجاب بس است
پردہ برداشتن نقاب بس است

غزل

اے پریرو برخ نقاب مبند
حیرت انبحا ہزار پردہ وگبند

عاشقاں را دریں ہمہ گلزار
نالۂ عندلیب گشت دسند

چشم بد دور حال می سوزد
ز آتش حسن بر رخ تو سپند

دیدہ می دست انقدر دلہا
گر نمودے خمش ز زلف کمند

از خدا ترس اے بت بیدرد
مومن زار ساد ساد مخند

دشمناں ہم بدشمناں نکنند
دوستاں آنچہ با اثر کردند

سب یہ تیری ہی دوستی نیں کیا
ورنہ میں نیں تو کیا کسو کا لیا

صرف تیری ہی دوستی کے سبب
ہوتی ہے خلق سارے مجھ پہ عجب

پرمجھے اس کا کچھہ نہیں ہے خیال
نہ کسو سے جواب ہے نہ سوال

دل پہ عالم ہوئی ہے بیہوشی　　ہے سدھی باب کی فراموشی
اب تو حیرت مجھے رہے ہے بڑی　　اور کی بھولی اپنی ایسی پڑی
تھا یہی حال گرچہ مدت سے　　دل بہ حیرت رہے ہے شدت سے
سیر ہرچند کر نہ سکتا تھا　　منہ کو حیرت سے یوں ہی تکتا تھا
پر بھلا کچھ تو دید ہوتی تھی　　تیرے دیکھے کی عید ہوتی تھی
آہ وہ بھی کوئی زمانہ تھا　　دل میں حیرت کا جو ٹھکانا تھا
اب جو بالفعل دل کی حالت ہے　　ویسی حیرت بھی ہو غنیمت ہے
کون ہے یہاں کہ ہووے اب حیران　　خانۂ دل ہی ہوگیا ویران
دل کبھی آپ میں جو آتا تھا　　تجھ تلک مجھکو بھی بہ لاتا تھا
اب کسو پاس میں نہ جانے کا　　لطف ہے نے کسو کے آنے کا
دل کو حاضر کبھو جو پاتا تھا　　حال اپنا تجھے سناتا تھا
اب اکیلے جدا جو رہتا ہوں　　کبھو کچھ کوئی شعر کہتا ہوں

غزل

ہم ہیں بے دل دل اپنے پاس نہیں　　آہ اس کا بھی تجھ کو پاس نہیں
تو بھی بہتر ہے آئینہ ہم سے　　ہم جو اتنے بھی روشناس نہیں
پوچھو مت حال دل مرا مجھسے　　مضطرب ہوں مجھے حواس نہیں
بیوفا کچھ تری نہیں تقصیر　　مجھکو میری وفا ہی راس نہیں
قتل میرا ہے تیری بدنامی　　جان کا ورنہ کچھ ہراس نہیں
ہیگی وحشت یہ اپنے ہی دل میں　　دور وشت ورنہ کچھ اُداس نہیں
یوں جدا کی جدائی برحق ہے
پر اثر کی ہمیں تو آس نہیں

نوبت بان درجہ رسیدن حالت عاشق ناشاد و نامراد
کہ بالفرض اگر یار بسلوک و مدارات گراید و
بخوبی صحبت و ملاقات هم نماید آن بیخود
از خویش رفتہ باز بخود نیاید

دل مرا بیحواس رہتا ہے　　رات دن اور اداس رہتا ہے

کو کہ اوے تو مہربانی سے | حال پوچھے بھی قدر دانی سے
لطف سے آن کے تو دیکھے داس | پر مجھے اب کہاں ہیں ہوس وحواس
اس جہاں سے ہی جاچکا اب میں | تو تو آوے یہ آچکا اب میں
تو سلامت رہے نہ میں مرتا | دیکھ لینا غلط نہیں میں کہا
میں بس مارا نہ تو ادھر آوے | آپ میں مجکو پھر کہاں پاوے

غزل

جب ملک تو ادھر کو آوے گا | تب ملک یہاں کوئی ہی جاوے گا
پھر طوفان ہے مرا گریہ | ایک عالم کو یہ ڈبا وے گا
کون ہے وہ کہ خیر خواہی سے | حال میرا تجھے سناوے گا
دیکھ لیجو یہ انتظار مرا | ایک دن تجکو کھینچ لاوے گا

قطعہ

تو نہیں بندہ سے جو سلوک کیا | مت کافر خدا سے پاوے گا
یاد رکھنا بھلا نہ بول نہ دُر | پر کبھو تو خدا ملاوے گا
جسقدر ہوسکے ستا لے تو | جب یہ بندا بھی کچھ ستاوے گا

اثر اب تو ملے ہے تو اس سے
پر یہ ملنا مرا دکھاوے گا

زیست ہوئی تعجب ہے اب | مر ہی جانا بس ایک بات ہے اب
دور میں تیرے ہے وہ کچھ اندھیر | نہیں معلوم دن ہے رات ہے اب
دل ہے زندہ نہ جی ہی جیتا ہے | زندگی بدتر از ممات ہے اب
اتنے بے دید بے شنید ہوے | نہ توجہ نہ التفات ہے اب
ہجر کیسا وصال ہو بالفرض | کچھ ہی صورت ہو مشکلات ہے اب
جی ہی لینا بلطف ہے منظور | اسقدر جو تفضلات ہے اب
جیتے جی تو رہا وصال محال | مرچکے پر توقعات ہے اب

کچھ نہ پوچھو اثر کی بے چینی
نہ سکونت* ہے نے ثبات ہے اب

---

* سکون کے معنوں میں ہے

ہو چکا خیر جو کہ ہونا تھا — جس کا مجھ کو ہمیشہ رونا تھا

اب ملاقات بھی ہوئی تو کیا — سب مکافات بھی ہوئی تو کیا

عشق میں میری اور حالت کی — نہ سمجھہ اس کو جون ابالیلی

کس کی لیلیٰ کہاں کا مجنوں ہے — یہ تو کچھہ اور تازہ مضمون ہے

دل کو اب میں یہیں یہاں تلک سارا — واکہہ جل کر ہوا یہ انگارا

تو سبھی جان بھی کروں برباد — تو بھی اس بات کو بھلا رکھہ یاد

اب تو بالعرض تو کر آن ملے — ہوویں شکوے نہ میری جان گلے

بیخبر دم بخود رہوں تو رہوں — یا مگر اس قدر کہوں تو کہوں

لہ مد طلہ

پیارے اس وقت تم تو آہ مجے — نہ رہا دل ہی جب کہ میرے لئے

مرگیا پر بتوں سے کچھہ نہ بنی — اب اثر کی خدا سے حوب دئے

غزل

لے گئے اپنے ساتھہ زیر زمیں — خواہشیں سب یہ دل کی دل میں رہیں

اب ملاقات میری تیری کہاں — تو تو آوے بھی یہاں پہ میں تو نہیں

بیوفائی کا کچھہ گمان نہ تھا — ایک تھا تجھ سے جور کا تو یقین

مارتی ہے یہ جی کی بے چینی — یارب آرام دل کو ہووے کہیں

ایک تیرے لئے میں ساری عمر — سب کی باتیں ہزارہا تو سہیں

نہ رہی دل میں بس کوئی خواہش — آرزو اس سوا کچھہ اور نہیں

ہجر کی رات مثل شبنم و شمع — روتے روتے ہی گذری صبح تئیں

عاشقی اور عشق کی باتیں
سب جہاں سے اثر کے ساتھہ گئیں

غزل

چوں شرر تا بخود نظر کردم — چشم وا کردم و سفر کردم

بیخبر گشتہ ام خبر کردم — العرض قصہ مختصر کردم

آہ از من مپرس اے ظالم — کہ چساں زندگی بسر کردم

نالہ و آہ و گریہ و زاری — روبروئے تو ہر قدر کردم

ایں ہمہ ہیچ اثر نکرد مگر بدمعاشی زیادہ تر کردم
سینہ و داغ زندگانی و غم یکدگر صرف یکدگر کردم
صمد تا حنذی ہرچہ ناداں باد
اثر اکنون سن آہ سر کردم

غزل

دعوی عاشقی ہر آنکہ کند سود دیدہ نہر زیاں کہ کند
دل نماند است سخت حیرانم قاصد اشک را رواں کہ کند
آہ ہرجا دل است مائل اوست پاس بیچارہ عاشقاں کہ کند
مردم دیدہ خود در افسانید راز دل را دگر نہاں کہ کند
باغباں چوں ہمیشہ نیست بہار اندریں باغ آشیاں کہ کند
سخت نازک مزاج گشت دلم بار برداری بتاں کہ کند
ہم نشیناں ہمہ رقیباں شد
با تو حال اثر بیاں کہ کند

غزل

نفع یہاں تو گمان اپنا ہے سود بیشک زیان اپنا ہے
شورش اشک و آہ کی دولت سب زمین آسمان اپنا ہے
تیرے کوچہ میں منزل نقش پا ہر قدم پر مکان اپنا ہے
ایک دم سے لگی ہے کیا کیا کچھہ جان ہے تو جہان اپنا ہے
خوب اپنے تئیں سمجھتا ہے ہر کوئی قدر دان اپنا ہے
مدد اشک سے نسان حباب جسم تحت روان اپنا ہے
جسطرح ہووے تجھہ تلک پہنچیں بس یہی آرمان اپنا ہے
ہاتھہ میں رکھہ میاں نگین دل اس میں نام و نسان اپنا ہے
غیر کا تو کہاں سے دوست ہوا دشمن اپنا گمان اپنا ہے
دل میں مجھہ سے اثر کیا سو کیا
کیا کہوں مہربان اپنا ہے

بیان مصیبت عاشق بے صبر و قناعت نام ر زوال

عین و اثر

غم میں تیرے مجھے ہلاک کیا ۔۔۔ دل کو سارا جلا کے خاک کیا
اب نہ میں ہی رہا نہ دل ہی رہا ۔۔۔ یاد رکھتا بھلا یہ میرا تھا
چھوٹ ہوتا تو آزما لیتا ۔۔۔ کھوٹ ہوتا تو جوڑ کر لیتا
اب نہ اپنی خبر نہ دل کی خبر ۔۔۔ ہوگیا ہے زوال عین و اثر
میں رہا ہوں تو کچھ خبر ہووے ۔۔۔ دل رہا ہو تو اب اثر ہووے
اب مرا نام ہی رہا نہ نشاں ۔۔۔ کوئی مجھکو ڈھونڈھنے پاوے کہاں
دل میں باقی ہے میری جوش وفا ۔۔۔ وہ جو مجھ میں تھا تھا اب وہ ہوا
اثر اتنا تو کام کیجئے گا ۔۔۔ کام اپنا تمام کیجئے گا
شکر للہ کہ آپ ہی کام ہوا ۔۔۔ خود بخود کام یہاں تمام ہوا
قصد اپنا یونہیں تھا بیہودہ ۔۔۔ سچ ہے حضرت کا میرے فرمودہ

لہ مد ظلہ

کام یہاں جس میں جوکہ ٹھہرایا ۔۔۔ جب دلک ہووے آپ ہی کام آیا
بیطرح کچھہ اُلجھہ گیا تھا دل ۔۔۔ بیوفائی میں تیری سلجھایا
آنسو کب تک کوئی دئے جاوے ۔۔۔ اس محبت میں بہت جی کھایا
دشمنی میں سنا نہووے گا ۔۔۔ جو ہمیں دوستی میں دکھلایا

ہم نہ کہتے تھے مفہم نہ چوہ اس کے
درد کچھہ عشق کا مزا پایا

حال یہ کچھہ تباہ رہتا ہے ۔۔۔ تس پہ قصد نباہ رہتا ہے
جان سے بھی گذر گئی نوبت ۔۔۔ نہ گئی تس پہ بھی تری الفت
ایک مدت سے آہ مرتا ہوں ۔۔۔ آج تک پر نباہ کرتا ہوں
دل بیتاب کو قرار نہیں ۔۔۔ کچھہ مرا اس میں اختیار نہیں
نہیں کچھہ اس میں واسطہ تیرا ۔۔۔ نہ تکلف نہ قصد ہے میرا
دل کے اوپر کسو کا زور نہیں ۔۔۔ ورنہ سوجھی ہے کوئی کور نہیں

گرے اندھوں کی طرح چاہ کے بیچ | کیا کرے بس نہیں ہے چاہ کے بیچ
آ پھنسا جو کہ دام الفت میں | جا پڑا پھر تو وہ مصیبت میں
مرتے مرجائیے پر نہ چھوٹ سکے | رشتۂ دوستی نہ ٹوٹ سکے
مار ڈالا ہے اس محبت نے | جان کھایا ہے تیری الفت نے
ایسے حضرت کا سب یہ فرمانا | بعد مدت کے میں نے اب جانا

لہ مد ظلہ

مجکو تجسے جو کچھ محبت ہے | یہ محبت نہیں ہے آفت ہے
لوگ کہتے ہیں عاشقی جس کو | ہم جو دیکھا بڑی مصیبت ہے

آپھنسوں میں بتوں کے دام میں یوں
درد یہ بھی خدا کی قدرت ہے

حال جو کچھ ہے مجھ دوانے کا | نہیں قابل نرے سنانے کا
اتنی کردی ہے اب خبر تجکو | نہ کرے یا کرے اثر تجکو
اب اثر کو کہاں سے میں لاؤں | ڈھونڈھوں کیدھر کہاں اوسے پاؤں
اس سخن کو یہ میں نہ تو ہے اب | بس کہیں اور گفتگو ہے اب
کام جس سے ہے اول و آخر | ہے مددکار باطن و ظاہر
تھام لیوے وہی اثر کے تئیں | کرے آگاہ بے خبر کے تئیں
اے شہر بے دیر بیں سب کی ہے خبر | ہے یہ وقت مدد کہ آہ اثر

لہ مدظلہ

درد از خویش میرود اکنون | مگر آیٔ و رفتنش بدهی

بودن خبر بدل غم بر و رد از بودن اثر در ذیل و طفیل
درد و بر مودن قطعہ نظر از بیدرداں دل سرد
و بیان تاثیرات و ادر جناب حضرت
درد مد ظلہ العالی

بس کر اے دل زیادہ چھیڑ نہیں | گو تری بات کو بعیز نہیں

ساتھہ ایسے مجھے لگاوے ہے | یونہیں بیہودہ سر پھراوے ہے
کہیں خاموش ہو خدا کو مان | اسقدر بھی تو وہ نہیں انجان
بس زبان بند کر خدا سے تو ڈر | کوئی ہوگا کہے سنے سے اثر
یہ کہاں کی ہے بات فکر نہ کر | درد ہوگا جہاں نہ ہوگا اثر؟
درد ہے باعث وجود اثر | درد ہے موجب نمود اثر
درد ہے ہادی و دلیل اثر | درد ہے حامی و وکیل اثر
درد دل میں جہاں کہیں ہوگا | اثر البتہ یہ وہیں ہوگا
درد ہوگا جنھوں کے دل کے بیچ | ہے اثر بھی انھوں کے دل کے بیچ

غزل

عاشقم کار و بار من درد است | حاصل روزگار من درد است
پیش عشاق چون دل عاشق | موجب اعتبار من درد است
چہ غم از بیکسی و تنہائی | مونس و غمگسار من درداست
گو نباشی مرا بسیر چمن | ہمہ باغ و بہار من درد است
نیست پہلو نشین من دل من | ہمگی در کنار من درد است
نقش بند محبت یارم | ہمہ نقش و نگار من درد است
عہد و پیمان دگر نمی دانم | ہمہ قول و قرار من درد است
میکشان در بلا کشی آیند | نشۂ بے خمار من درد است
نربند مرا دو روزہ نشاط | خوشیٔ پایدار من درد است
نکنم صید ہیچ زاغ و زغن | باز عنقا شکار من درد است
نیست میلم بلذت دنیا | درد دل داغدار من درد است
نخورم من فریب عیش و نشاط | راحت بیشمار من درد است
نیست درغم کسے مصاحب من | صاحب نامدار من درد است
میگریزم ز راحت و آرام | درد دل بیقرار من درد است
بے کسے یار و بے کسے اغیار | شکر للّٰہ کہ یار من درداست
نیست پروائی دوستداری کس | درجہان دوستدارمن درداست

بس وسیلہ اثر برائی بجاب
در بساط و سمارمن درد است

ہے یہی شوق دمبدم میرا — کہ سنے آن کے الم میرا
درد عاشق دلوں کا صاحب ہے — الم اوس کے سبب مصاحب ہے
ایک جا بیٹھیں دردمند بہم — دیکھیں آکر اثر کا درد و الم
گرم صحبت یہ درد مند کریں — بات آدس کی سن پسند کریں
درد بیدرد سے نہ مجکو کام — ایسے دل سرد سے نہ تجکو کام
داد جام ودائے نام درد — یاد دارم من این کلام درد

لہ مد طالہ

ورد یومی براهد ارزاسی
دکر لیلی بس است مجنوں را

گرمی دل تو آہ و نالہ ہے — درد بن دل حنک ھی پالا ہے
درد بن دل ہیں ان کے جوں مردہ — درد بن خاطریں ہیں افسردہ
درد مندوں کی بات جانتی نہیں — عشق کی حالتوں کو مانتے نہیں
کب یہ سمجھیں ہیں حرف رندہ دلاں — ان کو فہمیدہ بات کی ہے کہاں
درد کی قدر مرد جانتے ہیں — درد کو اہل درد مانتے ہیں
درد سے ہیگی زندگانیء دل — درد سے ہے سدا جوانیء دل
درد ھی شمع خانہ دل ہے — درد گرمیء بزم و محفل ہے
درد سرمایۂ مجدان ہے — درد پیرایۂ مجدان ہے
درد ہے عاشقوں کے دل کی نشاط — درد ہے عاشقوں کا عیش و نشاط
درد سے دل کی زندگانی ہے — درد سے عمر جاودانی ہے
درد سے ھی تو جاگتا جی ہے — درد سے خوبی زندگی کی ہے
درد دل کو کرے ہے آئینہ — درد دل کو کرے ہے بے کینہ
درد دل کو گدار کرتا ہے — جاں سراپا پیار کرتا ہے
درد دل کو جلا کے پاک کرے — درد حرص و ہوا کو خاک کرے
درد دنیا سے دل کو چھڑاوے — درد اللہ کی طرف لاوے

درد الله کا خیال لگائے / خواب غفلت سے غافلوں کو جگائے

درد سے معتبر عبادت ہے / درد سے ہی قبول طاعت ہے

اے میرے پیر میں تیرے قربان / صدقے ہر بات پر تیرے دل وجان

لا مد ظاله

گر نہ عفو تو عذر خواہ بود / طاعت ما ہمہ گناہ بود

ننویسند نامۂ عملم / عضو عضوم بس گواہ بود

عزت صاحب زبان سخن است / شمع خاموش روسیاہ بود

ہیچ جا سر فرو نمی آرم / تاج باشد وگر کلاہ بود

جمع اسباب ہیچ لازم نیست

ہر گدا نیز درد شاہ بود

درد ہے موجب ثواب و قبول / درد ہے واسطہ برائے حصول

درد کا دل میں ہی ٹھکانا ہے / درد بخشائے کا بہانا ہے

درد سینہ تمام صاف کرے / درد تقصیر کو معاف کرے

درد الله کا ہی نام لوائے / درد حق کے طرف دلوں کو لگائے

درد حق سے لگائے دل کی لو / درد کھولے اسی طرف کی رو

تیرے بندہ وو کچھ ہیں والا جاہ / ہر گدا تیرے در کا شاہنشاہ

جس کو تم چاہو سلطنت بخشو / دونوں عالم کی مملکت بخشو

تاج بخشی ہے بخشش ادنی / دیتے ہو تم تو دیں اور دنیا

یہ بھی اپنے دنی غلاموں کو / ورنہ آئے ہو اور کاموں کو

جو تمارے ہیں بندۂ درگاہ / دونوں عالم پہ کب ہے ان کی نگاہ

یہی شعر غزل سند لاؤں / پھر اسے اور طرح دہراؤں

آنچنان ہمتے اثر دارم / ہیچ جا سر فرو نمی آرم

نکنم قصد حق گواہ بود / تاج باشد و گر کلاہ بود

وہ جو مخصوص ہیں تماری غلام / ان کو بس ہے تماری بات سے کام

---

* (ن) وصول

جیسے تم کو حدارسول سے راہ — خاص مخصص احتما قبول سے راہ
نسبت اهل بیت خاص یه هے — تمکووهاں قرب و اختصاص یه هے
بس همیں تم تلک رسائی هے — یه بهی بے سعی اسے دائی هے
که تمهارا همیں بتایا هے — کیسا درجه یه هم نیں پایا هے
کچهه نه مطلب کے هیں نه کام کے هیں — هم نکمے تمهارے کام کے هیں
نہیں رکھتے هیں کچهه هی کاروبار — ایک تمهارا قبول هے درکار
یه تمهارا اثر هے حضرت درد — هے تمهاری هی جوتیوں کی گرد
تم سے بس تم کو چاهتا هوں میں — همت اپنی سراهتا هوں میں
کفر و دین کافر و مسلمان کو — درۂ درد اپنے حیران کو
درد پر جان و دل نثار کروں — درد کے آگے صدقے هو کے مروں

درد کی ذات پاک کے قربان
درد کے در کی خاک کے قربان

دل و جانم فدائے درد بود — هستیم از برائے درد بود
هر زماں لذت دگر بخشد — بر زبانم ثنائے درد بود
پایه سر فرازیم دانی — سر من خاک پائے درد بود
سخت بیگانه ام ز را جهنا — دل من آشنائے درد بود

ظرف و مظروف اثر یکے شده است
خود دل من بجائے درد بود

ترجیع بند

بسکه بنو اخت آنجناب مرا — بندۂ درد شد خطاب مرا
دل صد پاره در بغل دارم — باشد ازبر همین کتاب مرا
نالۂ عندلیب و نالۂ درد — می نمایند نغمه ناب مرا
درد مندم غلام حضرت درد — نبود میل خورد و خواب مرا
گریۂ جانگداز من چوں شمع — همگی داده آب و تاب مرا
زین گنا هاں بے حساب و شمار — نفتد کار با حساب مرا
بهتر از جام جم ز دولت درد — باشد ایں دیدۂ پر آب مرا

مست سرشار از مے دردم   هست خون جگر شراب مرا
چون نمک خوار حضرت دردم   دل بریان بود کباب مرا

بهست اقدام ملتجا و ماوائے
تا درش مرجع و مآب مرا

بندهٔ فرمان نام پیر خودم   خاک اقدم خواجه میر خودم
هستم از جان و دل غلام او   ور نه دل فدائے نام او
هر صباح و مسا کنند ادا   جن و انس و ملک سلام او
نتوان کرد شرح مرتبه اش   برتر از فهم ما مقام او
حضرت جامع جمیع کمال   قرعهٔ فال زد بنام او
ساقی کوثر از شراب طهور   همه لبریز کردہ جام او
کند هر امر روشن از سخنش   مرشد مرشدان کلام او
دین و ایمان و آسمان و زمین   همه قایم شد از قیام او
هست آزاد واقعی بجهان   هر که گر دید اسیر دام او
ناصر ما امام ما همه اوست   حضرت ناصر است امام او

ورد جانست و جزو ایمان است
نام با عز و احترام او

پیر من خواجه میر درد بود   پیر و اوست هر که مرد بود
بسکه جانم بود فدائے درد   گرد آید همه بجائے درد
هر که بیند مرا بدرد آید   هستیم هست رونمائی درد
قلب و قالب تصدق نامش   جان و تن گشته آشنائے درد
بندهٔ دردم و غلام درش   گرد نعلین و خاک پائے درد
نسبت قرب خاص کرده عطا   نتوان کرد او اثنائے درد
بسکه نور مجرد است و لطیف   قوت روحی بود غذائے درد
دو جهان در نظر نمی آرد   فخر شاهان بود گدائے درد
دل و جانم بدر آمده است   گشته ام خلق از برائے درد
مستیے از خشک استخوان دارم   گر قبولم کند همائے درد
بسکه رو یافتم فنائے قلب   خود دل من بود بجائے درد

دل من درد و جان من درد است
من ز درد و ازآن من درد است

هم دوا هم شفای من درد است   هرچه هست از برای من درد است
کرد رفع حجب ز پیش نظر   مرشد رهنمای من درد است
غم دنیا میان دل نگذاشت   مونس غم زدای من درد است
معتقد عقدهٔ بکار دلم   همه مشکل کشای من درد است
سر نیارم بزیر افسر و تاج   ظل بال همای من درد است
در هوایش بزم بجان و دل   کاهم و کهربای من درد است
نالهٔ درد و آه سرد کشم   هادی و پیشوای من درد است
می سپارم باو سفینهٔ دل   ناخدا با خدای من درد است
دلده و دلنواز و مونس دل   دلبر و دلربای من درد است
دردمندم سخن ز درد کنم   حاصل مدعای من درد است

در دلم درد در زبانم درد
دین و ایمان و جسم و جانم درد

سخن درد بر زبان دارم   شمع سان گرمی بیان دارم
سر بسر در گرفت آتش عشق   دل بیتاب شعله سان دارم
نالهای رسا بدولت درد   آن سوی هست آسمان دارم
بسکه خوگر شده بلذت درد   دل سزاوار امتحان دارم
هست رشک هزار فصل بهار   نو بهاری که در خزان دارم
بیقرارم نموده سوزش عشق   برق آسا دل طپان دارم
با رفیقان کنم زیارت درد   ناله و آه همرهان دارم
مرغ روحم بلند پرواز است   بر در درد آشیان دارم
پایه برتر نهم ز اوج فلک   سر بزیر خاک آستان دارم
اثر درد عندلیب خودم   من گمنام این نشان دارم

میر من درد پیر من درد است
حضرت خواجه میر من درد است

مالک جسم و جان من درد است   همه روح و روان من درد است

باطن و ظاهر است جلوه گهش   در دل و در دهان من درد است
بیدلان را چرا و کی می‌رسد   بس فقط قدردان من درد است
با دلم کرد گرم خوشی‌ها   صاحب مهربان من درد است
دردمندم ز درد خورسندم   این پسندم از آن من درد است
باشد از درد قدر و منزلتم   محک امتحان من درد است
بیدلم هستیم ز درد بود   همه نام و نشان من درد است
طپش دل ز دردمندی‌هاست   جمله تاب و توان من درد است
هست مقبول صاحبان قبول   دلبر دلبران من درد است
ناله و آه اوست هادی راه   جرس کاروان من درد است

بندهٔ خواجه میر درد خودم
پیرو آن وحید فرد خودم

ذات او اول محمدیان   هادی و رهنمای انس و جان
آیة الله عارف بالله   کاشف کل حقایق و اعیان
صادق الوعد صادق الاقوال   واثق العهد مستقل پیمان
عالم با عمل ولیّ خدا   مطمئن با یقین و با ایمان
ذوالکرامة محقق بی بدل   صاحب کشف و صاحب عرفان
راحت انس و جان و مونس دل   صاحب درد جمله را درمان
در طریق خلوص و عین خصوص   اهل حق راست حجه و برهان
هادی خلق و رهنمای همه   هست ذات مبارک ایشان
خالق انس و جان با و بخشید   چه بلاغ مبین و حسن بیان
تا کجا گویم از* نعوت و صفات   با خبر سازمت ز نام و نشان

خواجه میر محمدی درد است
دستگیر محمدی درد است

اکنون آن به که در حضور آیم   زین شرف سر بآسمان سایم
ایجناب مقدس پیرم   دستگیر و امام و مولایم

---

* (ن) گویمت

بر درت بوده در حیات و ممات | بعدین ادب زمین سایم
عمر در سایه‌ات بسر کردم | مثل امروز بار فردایم
روز و شب چشم ظاهر و باطن | جز سوے این جمال نگشایم
از تمامی وساوس و خطرات | پاک یکسو شده بما سایم
جز تو حرف و حکایتے نکنم | بکسے حال جز تو ننمایم
سروکارم به هیچ کس نبود | صرف قربان این سرا دایم
لایق قرب خاص گرچه نیم | کنف لطف ساختی دایم
قبله و کعبهٔ به هر دو جهان | بتو وابستهٔ دین و دنیایم

نور ناصر تو قبله گاه منی
هم بدنیا و دین پناه منی

با اثر دردی و تو سر بدر | از توام شد زوال عین و اثر
جسم و جان را فداے درد کنم | ورنه از هستیم مرا چه خبر
اے خداوند وهب تاج و لوا | رونق و زیب عرشه و منبر
باد ذاتت مدام در دو جهان | بر سر این علام ظل گستر
بحضورت کنم زمین سائی | خاک پاے تو بر سرم افسر
توئی ابن الامام ناصر دین | نائب و جانشین پیغمبر
شدهٔ با امام اشبهٔ تام | نتوان کرد فرق همدیگر
من من گفت آن امام ترا | اے دل عندلیب و لخت جگر
سر بسر عین ناصری بیشک | چشم و گوش و زبان و هوش و بصر
غیر تو در جهاں کسے نبود | پدر و پیر را چنین مظہر
پدر من توئی و پیر توئی | بصرم تو و خواجه میر توئی

مناجات بہر نجات از تعلقات غیر
و انجام بخیر خوبی

حق مرا خاتمہ بخیر کرے | دور سب دوستیء غیر کرے
اُن بتوں کے خیال میں نہ مروں | اپنے اللہ کو میں یاد کروں
میرے صاحب کے نام کا صدقا | اور اس کے کلام کا صدقا

له مد ظله

بت پرستی ہے اب نہ بت شکنی
کہ ہمیں تو خدا سے آن بنی

چارہی بات اب کہیں کی کہیں
قصہ کیا تھا مجھے خبر ہی نہیں
بیوفائی نہ سمجھیو اس کو
پارسائی نہ سمجھیو اس کو
زہد و تقویٰ ہے یہ نہ فسق و فجور
اور ہی چیز ہے سمجھ سے دور
کون سمجھے اسے فہم بخدا
سارے عالم سے ہے یہ بات جدا
درد میں کردیا تمام گداز
کھول دی سب حقیقت اور مجاز
کون معشوق کون شاہد ہے
اب سخن کا خدا ہی شاہد ہے
کون وہ، کون میں، کہاں کا عشق
کیا کہوں ہے جو ہے جہاں کا عشق
درد کی خدمت و غلامی سوا
اور اس کی جناب سامی سوا
ہو جو نا رب کسو سے کام مجھے
تیرا دیدار ہو حرام مجھے
میں تو ہوں ہیچ محض ناکارہ
ننگ خلقت غریب بیچارہ
نہیں مجھ میں کوئی ہوا و ہوس
ہے فقط درد کی غلامی و بس
نہیں میں تو کسو ہی کام کا ہوں
کچھ نہیں ہوں پر اس کے نام کا ہوں
بس یہ تھوڑا نہیں بن آیا ہے
مجھے اوس کے لئے بنایا ہے
سر بسر اوس کی ہی نوازش ہے
سب اسی بات کی نوازش ہے
ہے وہ مقصود میں ہوں اس کا ایاز
بندہ پرور ہے وہ غریب نواز
ہے اوسی کا قبول میری بساط
ہے اوسی کی رضا خوشی و نشاط
ایک ادنیٰ غلام اس کا ہوں
جوں نگیں پائے نام اس کا ہوں

غزل

گو نیم مرد اثر پئے مردم
کس نبردار حسرت دردم
گر نبودے قبول خاطر او
آہ یا رب دگرچہ میکردم
گرمئی عشق خود بجانم دہ
اے ز دنیا فسردہ دل سردم
دور میثاق هست مد نظر
من ازاں عهد بر نمی گردم

عشق او حشر می کند برپا
درمیان دل انر هر دم

بسکه جانم بود فدائے درد	گرد آید همه بجائے درد
هر که بیند مرا بدرد آید	همدمیم هست رونمائے درد
سر آرام و راحتم نبود	دل و جان است خاک پائے درد
قلب و قالب تصدق نامش	جان و تن گشته آشنائے درد

دردمندم انر ر روز ازل
خلعتم هست از برائے درد

دل مرا صرف درد سارا ہے	اور کا اس میں کب گذارا ہے
درد محبوب ہے مرے دل کا	درد مطلوب ہے مرے دل کا
سارے محبوب ہیں فدا اس کے	شاہ سے تا گدا گدا اس کے
درد ہی دوستدار ہے میرا	درد ہی صرف یار ہے میرا
دردھی مبرے جی میں چھایا ہے	درد کا میرے سر پہ سایا ہے
آہ کیا کیا بیان کروں میں اب	دل کہے ہے زیادہ حد ادب
میں کروں اُس کی دوستی کا خیال	کب ہے قدرت مری کہاں ہے مجال
کب یہ مقدور میں نیں پایا ہے	کب یہ میرا مقام و پایا ہے
نام لوں درد کی محبت کا	ذکر چھیڑوں میں اس کی الفت کا
اپنا محبوب میں کہوں اس کو	یا کہ مطلوب میں کہوں اس کو
کب ہے درجہ کہ یار اس کو کہوں	کب ہے مند دوستدار اس کو کہوں
ہوں انر سنگ اس کے گھر کا میں	ایک کتا ہوں اس کے در کا میں
کیا کہوں اس کی ذات والا کا	ہے وہ محبوب حق تعالیٰ کا
ذرہ کی آفتاب سے نسبت	ہے مری اس جناب سے نسبت
وصف اس کا نہیں مجال مري	کیا کہوں میں زباں ہے لال مری
یا مرے پیر میں تمہارا ہوں	حول و قوت سب اپنی ہارا ہوں
دین و دنیا مری تمہارے ہاتھ	حضرت حق نیں یوں بنایا ساتھ
تجھ سوا اور کون میرا ہے	آسرا صرف مجھکو تیرا ہے
تجھ سے ہی بس نباہ اسکا ہے	سارا عالم گواہ اسکا ہے

تونیں ایسی ھی دستگیری کی / ندری مادری و پدری کی
تونیں اس مہر و غور سے پالا / نہ بڑا مجھکو اور سے پالا
بات جو ھے مری سو تیرے ساتھہ / تونیں ایسی ھی کی ھے میرے ساتھہ
تیری النعمت نیں ایسا گھیرا ھے / کہ مجھے سب طرف سے پھیرا ھے
تونیں بندے کو یوں نوازا ھے / ایسے ناکس کو سر فرازا ھے
نہ قبولے اسے تو اور کوئی / کب کرے یوں کسو کی غور کوئی
رحم یوں مادر و پدر نہ کرے / پیر مرشد کوئی پسر نہ کرے
تیری رحمت ھی ظل رب عباد / ھیگی ھفتاد مادروں سے زیاد
یوں غلاموں سے یار ناشی کی / آہ کیا کیا ھی جوش معاشی کی
یار کوئی تو نہ یوں تو یاری کرے / دوست کب ایسی دوستداری کرے
سارے معشوق کیجیے صدقے نثار / سبھی مجذوب تجھ نہ ڈالے وار
عاشقوں کے تو جیسے نار اٹھائے / بس تو ھی یاکہ نے بیار اٹھائے
نہ رھا جی میں ارمان کوی / یوں کرے کب کسو پہ مان کوی
اے خداوند میرے بندہ نواز / نار دروز کیا یہ تونیں ایاز
کس کا مقصود اور کیسا ایاز / ھے ترا آپ ھی آپ ناز و نیاز
یہ تو ناچیز نیست محض وعدم / خود نمود ھے ترا ھی فضل وکرم
سب ترے فضل نیں ھے کام کیا / دیل میں اسے اوسکو تھام لیا
تونیں ناچیز کو جو چیز کیا / تب سبھی نیں اوسے عزیز کیا
یہ قبولیت اس جناب میں ھے / نام اس کا بھی ھر کتاب میں ھے
اور ھر جا جو کچھہ کہ فرمایا / دیکھنے میں سبھی کے وہ آیا
اپنے ذاتوں وگرنہ کچھہ ھی نہیں / خیر تیرا ھے ورنہ کچھہ ھی نہیں
فضل حق کا میں کیا بیان کروں / صدقہ قربان جی و جان کروں
تجسے مجذوب سے ھے کام مجھے / دولت وصل ھے مدام مجھے
ھے یہی حسن ایک سا ھر حال / دل عشق ھے یہ حسن وجمال
گلشن عندلیب کا گلزار / ھے یہی پھول گل ھمیشہ بہار
نہیں ھوسی یہ صنعت رنگین / نہ ھوئی ھے نہ ھوگی اور کہیں
کونسا رنگ پھر نطر میں چڑھے / کسطرح دل نہ تیرا کلمہ پڑھے

ہے سبھی بات میں تو مد نظر | کیا کرے کوئی اور چیز اثر
روز و شب کوئی بات تیرے سوا | پھر نہ دل میں آتی شکر خدا
تیرے صدقے سے دید رہتی ہے | جوشیٔ دل سے عید رہتی ہے
حق اثر کو یونہیں تمام کرے | بس اسی میں جئے اسی میں مرے
ہر دعا اور کیا غلام کہے | اس پہ سایہ ترا مدام رہے
تو ہے آئینہ جمال اللہ | تجھ میں سب جلوہ گر ہے وجہ اللہ
مظہر نام حق تعالیٰ کا | کوئی تجھ سا ہوا نہ ہووے گا
ہے تو قایم مقام ناصر دین | ہے تو ابن الامام ناصر دین
ناصر دین وو تیرا ناصر ہے | اور ناصر تو میرا ناصر ہے
وصف کرنا جناب ناصر کا | کب ہے مقدور مجھ سے قاصر کا
بات وہاں کی میں کیا مثال کہوں | عجز سے بس زبان لال رہوں
کس کی طاقت جسے ہے تاب وتواں | اوس جگہ ہم سبھی ہیں کل لسان
واہ کہنے کا تو ہی لایق ہے | بات سب وہاں کی تجھ پہ صادق ہے
ہے سبھی بات کے مطابق تو | بالکہ عندلیب ناطق تو
تو تو خود آپ نور ناصر ہے | تجھ سے ہی یہ ظہور ناصر ہے
تجھ پہ اسرار سب ہویدا ہیں | سارے انوار تجھ سے پیدا ہیں
جوں فرشتہ ہیں سر بسجود | تو ہمارا ہے قبلہ و مسجود
ابتدا معبود تجھکو مانا ہے | بس یہ سر اور آستانہ ہے
تونیں کھولی حقیقت توحید | سب پہ تیری مدد تری تائید
تونیں توحید ہمکو دکھلائی | تونیں تجرید ہم کو سکھلائی
تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے | تو ہی باطن ہے تو ہی ظاہر ہے
کشف و اظہار کے نہ قابل ہے | حضرت عندلیب کا دل ہے
تیری عینیت و معیت وہاں | کرسکے ہے ہر ایک بات بیاں
خاص وہاں تجھکو ہی رسائی ہے | اور کس نے مجال پائی ہے
جو کہا تونیں سب وہی تو کہا | ذکر مذکور بس یہی تو رہا
جو ہے تیرے جناب کی تصنیف | ہے اوسی ذات پاک کی توصیف
وہی ہرجا جو کیجیے غور کہے | جب کہے پر نئے ہی طور کہے

داد اوسکی میں کیا شعور جو دوں — تیرے سمجھائے سے سمجھتا ہوں
یہ بھی تیرا ہی فیض صحبت ہے — ورنہ کیا میری بات و طاقت ہے
کچھ ہی تیرے حضور میں بولوں — یا کہ عجز و قصور میں کھولوں
کہہ سکوں کیا میں اس جناب کے بیچ — بات ظاہر ہے سب کتاب کے بیچ
ہیں نصایح اوس جنابوں کے — درہ توصیف اوس جنابوں کے
نالۂ عندلیب ہے دل میں — یہی درد حدیث ہے دل میں
قطعہ تاریخ کا جو فرمایا — آپ حضرت کو وہ پسند آیا
ہوا مقبول اوس جناب کے بیچ — آپ داخل کیا کتاب کے بیچ
مصرعۂ آخری بلا کم و کاست — بے تکلف نوا عدد میں راست

قطعہ

سال تاریخ این کلام شریف — کہ بسوے حق انتساب نماست
کرد الہام حق بگوش دلم
نالۂ عندلیب گلشن ماست
۱۱۵۳

دل میں رہتا ہے واردات درد — ورد جاں ہیں مصنفات درد
جو کہ علم الکتاب کو سمجھے — کچھ ذرا اوس جناب کو سمجھے
نالۂ درد ورد ہے میرا — دل فدا اوس کے گرد ہے میرا
بات اپنی تمام آپ کہے — اور کے کہنے کی جگہ نہ رہے

لہ مدظلہ

درد می بارد از رسالۂ درد
شرح درد دل است نالۂ درد
قطعہ تاریخ میں ہوا جو ابھی — فیض اوس کے کلام کا ہے سبھی
کرد الہام حق بگوش اندر — ایں کلامیست کز حدیث منست
گوش کن از سر صفا و صدق
نالۂ درد عندلیب منست
۱۱۹۰

ایک ھے یہ رسالۂ نالۂ درد
دوسرا اس کے ساتھہ آہ سرد

اور دو اِن کے جو مقابل ھیں
درد دل اور شمع محفل ھیں

الغرض ھر کلام حضرت کا
کھولتا ھے مقام حضرت کا

عاشقان خدا کو درد دل
ذات سے اوس کی ھووے ھے حاصل

درد جو دستگیر میرا ھے
حضرت خواجہ میر میرا ھے

اوسکی ھی ذات نور ناصر ھے
سب اوسی سے ظہور ناصر ھے

مرشدم مد ظلہ العالی
حضرت درد پیر خواجہ میر

ارجناس کہ ھست صاحب درد
اے اثر از خدا کے اثر بپذیر

آنکہ ھر وقت ناصر است و معین
حضرت ماست خواجہ ناصر پیر

نالۂ عندلیب قدس شنو
ھر زمان پند سودمند بگیر

بسکہ خالص محمدی ھستی
در رہ الفت محمد میر

یا الٰہی رسن محمدیم
راہ بنما مرا کہ مہتدیم

حشر من ساز در محمدیان
کہ بساطم بود ھمین ایمان

نفس و شیطان چسان کنند گمراہ
خواندہ ام لا الہ الا اللہ

این شہادت ھمی دھم ھمراہ
کہ محمد بود رسول اللہ

داد یارب باو درود و سلام
ھم بر آلش بلا فتور مدام

بیعت من معنعن است باو
این رہ مرشد منست باو

زین وساطت مرا امیدے ھست
کہ رسم تا بپاش دست بدست

من چہ دانشم وسیلہ را نازم
جان خود را فدائے او سازم

وصل یا رب طفیل حضرت من
کن قبولم بذیل حضرت من

بر سرم دار مہر طلعت او
درۂ در دلم ز نسبت او

زدہ ام دست خود بدامن او
خوشہ چینم کنی ز خرمن او

دار بر من نگاہ شفقت او
تا کہ باشم غریق رحمت او

غرق بحر گناہ و عصیانم
دامن آلودہ تا گریبانم

خارج از حد گناہ گاریٔ من
بر تر از عد تباہ کاریٔ من

ھمہ تقصیر و جرم و عصیان است
ھمہ سہو و خطا و نسیان است

من آوارہ سخت منفعلم
ھیچ و ناکارہ ام بسے خجلم

لیک با اینهمه سیه کاری — چشم دارم ظهور غفاری
دلم افتاده است بسکه فضول — هست امید وار فضل و قبول
نه که الحال در حضور آیم — با وجود همه قصور آیم
غیر حاضر از و حسان مانم — حاضر و ناظر اوست هر آنم
اے جناب مقدس پیرم — عفو کن جمله هرزه تقریرم
توبه کردم ز یاوه گوئیها — باز گشتم ز هر ره پوئیها
از تو پوشیده نیست حال من، — نیت و خطره و خیال من
هستی آگه ز جمله سر و علن — پس تو ظاهر است باطن من
از خجالت همه تر آمده‌ام — عفو فرما که بر در آمده‌ام
نفسش همچو مجرمے معلوم — لیک زین در نگشت کس محروم
تا ابد هست باب تو مفتوح — قسمت خلق زان فیوض و فتوح
نیست دیگر درے کشاده چنین — که صلاے سحاب داده چنین
فیض بر عالم است زین در تو — چشمهٔ مهر ذره پرور تو
اے ز نورت منور است مدام — باطن و ظاهر خواص و عوام
هست این ذات نور رحمانی — شد از و کائنات نورانی
گر نباشی تو واسطه هیهات — آسمان و زمین شود ظلمات،
از وجودت بود قیام جهان — فیضیاب از تو جمله عالمیان
فرض برما همه اطاعت تست — همه را حاجت شفاعت تست
نیست خارج کسے ز دعوت تو — هم بسے داخل اجابت تو
نکند یا کند کسے معلوم — میدهی قدر قسمتش مقسوم
منکه افتاده ام بدر گه تو — سر نهاده بعجز در ره تو
نسبتے داده حق بسوے توام — کمترین سگان کوی توام
عیب دارم ولے ترا دارم — با نکارم ولے ز سرکارم
بزدا ظلمتم بنور خویش — رفع ظلمت کن از حضور خویش
گرچه بهر تو ننگ و عارم من — لغو بیهوده هرزه کارم من
من گمراه را هدایت کن — نسبت خاص خود عنایت کن

بیخودم هیچ گه مرا مگذار   با خودم دار و نیز با خود* دار

دارم امید وار زور کرم   که ندارم سرم جدا ز قدم

کردهٔ آنچه مهربانیها   وعده در مودهٔ زبانیها

دست آویز هست بهر نجات   حرزم اینست درحیات و ممات

لیک هستم غلام صادق تو   در خور خود ولے نه لایق تو

بر جناب قویست ایمانم   غیر تو نیست در دل وجانم

اعتماد است بر عنایت تو   اعتقاد است بر حمایت تو

نه عبادت بود نه طاعت من   کردهٔ دمهٔ شفاعت من

در بساطم بجز قبول تو نیست   غیر رب تو و رسول تو نیست

بطفیل جناب ناصر خویش   بخششے کن برین عقیدت کیش

با تو کرد آنچه حضرت ناصر   تو همان کردهٔ باین قاصر

کے تواں شد اداے شکر زمن   همه قربان تست جان و تن

بس همین خواهم از جناب خدا   سرم از پاے تو مباد جدا

شکر حق خاتمه بخیر شده   محو از دل خیال غیر شده

خاطرم زین حضور آباد است   دل ز جمله قیود آزاد است

در دلم خواهش و مراد نماند   آن فسانه چه بود یاد نماند

جاے دیگر کنوں رسید سخن   نیست کانجا رسائی تو و من

قطره‌ام با محیط خود پیوست   همه از قید ما و من وارست

عقده در خاطرش فتد ز کجا   شد دلش محو در دل دریا

ورنه جان محنتش ساری است   در زبان نام پاک او جاری است

نیست در دل سواے این حاضر   اول آخر همین هوالناصر

---

* (ن) بے خود
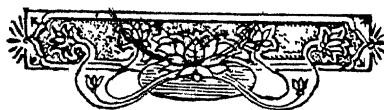
غلط نامہ مثنوی خواب و خیال

صفحہ	شعر	غلط	صحیح
۷	۱۵	فضل کرم	فضل و کرم
۸	۲۴	ور	اور
۹	آخرشعر	اوو	وو
۱۱	۱۱	مسمتند	مستمند
۱۹	۶	آتش زدوں میں	آتش زدوں نیں
۱۱	۱۱	کاتے	کاتی
۴۳	آخرشعر	جیسے	جی سے
۴۵	۶	دت درس	داد رس
۵۵	۸	بولونگا	بولوں
۵۷	۱۳	زحمت	زخمت
۵۹	۲۶	باندھے ھے	باندھے
"	"	اتیر	ایتر
۶۰	۲	جھیکتا	جھینکنا
۶۱	۵	مجلس کے	مجلس کی
۶۲	۱۲	جز وکل	جزو و کل
۶۸	۲۶ (مصرعہ ۲)	بیٹھ	پیٹھ
۷۸	۱	یات	بات
۸۶	۱۶	پلٹی	پلٹتی
۸۹	۱۹	لوتا	توٹا
۹۲	۴	حال	چال
۹۵	۴	تو	د و
۹۵	۴	تووہ	تو دہ
۹۶	۱۳	گھی	کھے
۹۸	۳	تسبست	تبستت
۱۰۸	۴	موجودہ	موجود
۱۱۶	۶	لہ مدظلہ	لہ
۱۲۱	۱۲	فہمیدہ	فہمید